29

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

27؟ سپاٹا 3 شعبان المعظم 1430ھ/21تا27 جولائی 2009ء

اللہ کی سنت

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾﴾(الانفال)

"یہ اس لیے کہ اللہ بدلنے والا نہیں نعمت جو اس نے دی ہو کسی قوم کو جب تک وہ خود نہ بدلے اپنے جی کی بات اور یہ کہ اللہ سنتا اور جانتا ہے۔"

اس آیت سے پہلے فرعونیوں کی ہلاکت کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ کس طرح اپنے گناہوں کے سبب اللہ کی گرفت میں آ گئے۔ اس کے بعد فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ اپنے لطف و احسان اور اپنی بخشی ہوئی نعمت کو تباہی و ہلاکت اور خسران سے نہیں بدلتا جب تک کہ کوئی قوم خود اُن چیزوں کو بدل نہ ڈالے، جو افرادِ قوم کی اپنی ذات کے ساتھ اور ذات میں شامل ہوتی ہیں۔ اس تبدیلی کے بعد اللہ کا رویہ بھی ان کے ساتھ بدل جاتا ہے۔ اس کی رحمت ایسے لوگوں کی طرف سے اپنا رُخ موڑ لیتی ہے۔ پھر تباہی و بربادی کے سوا ان کے حصے میں کچھ نہیں آتا۔ لیکن جب کسی قوم کی حالت ٹھیک ہوتی ہے اور اس کا معاملہ اپنے رب کے ساتھ صحیح اور درست ہوتا ہے تو اللہ کی نوازش اور نعمت کی بارش اس پر ہوتی رہتی ہے۔ اس آیت میں مَا بِاَنْفُسِهِمْ کے الفاظ بہت معنی خیز ہیں۔ اللہ کی نظر آدمی کی اصل حالت اور کیفیت پر ہوتی ہے، وہ اگر درست ہے تو آدمی قابلِ قدر ہے، ورنہ اس کا وجود ہی بے معنی ہے۔

شاہ عبدالقادر کی قرآن فہمی
محمد فاروق خان

اس شمارے میں

دوسری پھونک

حزب اللہ کی فیصلہ کن فتح

"لا اکراہ فی الدین" کی حقیقت

افغانستان پر حملہ کا فیصلہ بہت پہلے ہو چکا تھا

'آزاد میڈیا' کے نام

قادیانیت اور جناب نذیر ناجی

شہیدِ حجاب، مروا شربینی

کیا ریاستیں اتنی ناتواں ہوتی ہیں؟

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

الہدیٰ (381)

سورۃ الاعراف

(آیت:157)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ٘ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۠ ﴾

”وہ جو (محمدؐ) رسول (اللہ) کی جو نبی اُمی ہیں پیروی کرتے ہیں جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ اُنہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور بُرے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو اُن کے لئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو اُن پر حرام ٹھہراتے ہیں اور اُن پر سے بوجھ اور طوق جو اُن (کے سر) پر (اور گلے میں) تھے اتارتے ہیں۔ تو جو لوگ اُن پر ایمان لائے اور اُن کی رفاقت کی اور اُنہیں مدد دی اور جو نور اُن کے ساتھ نازل ہوا ہے اُس کی پیروی کی، وہی مراد پانے والے ہیں۔“

(گزشتہ سے پیوستہ) یہ جو اصر اور اغلال یعنی خودساختہ رسم و رواج اور تکلفات ہیں، انہیں حضورؐ دور کریں گے۔ اس کے علاوہ سماجی تعلیم میں تنزل کے نتیجہ میں لوگوں پر طرح طرح کی قیدیں آگئی ہیں۔ کہیں جاگیرداری ہے، کہیں بادشاہت ہے، کہیں سرمایہ دارانہ نظام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ وہ رسول (محمدؐ) ان تمام قیدوں اور بوجھوں سے بنی نوع انسان کو نجات دلائیں گے۔ آپؐ عدل وقسط کا نظام قائم کر کے ظالمانہ نظام کا خاتمہ کر دیں گے۔

آیت کے آخری حصے میں اُن لوگوں کی صفات بیان کیں جو فلاح پانے والے ہیں۔ فلاح کی چار شرائط ذکر کی گئیں۔ پہلی شرط ہے (فالذین امنو) ایمان ہے۔ دوسری شرط (وعزروہ) رسول اللہؐ کا ادب ہے۔ تیسری شرط (نصروہ) آپؐ کی مدد کرنا یعنی آپؐ کے مشن کو اختیار کرنا ہے، چوتھی شرط ہے (واتبعوا النور الذی انزل معہ) اس نور کی پیروی کرنا جو آپؐ کے ساتھ نازل کیا گیا۔

اب ذرا ان کی مختصری وضاحت ہو جائے۔ فلاح کی شرائط میں پہلی چیز ایمان ہے۔ ایمان کے دو تقاضے ہیں۔ پہلا تقاضا اطاعت ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں ((لا یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ)) یعنی ”تم میں سے کسی شخص کا مجھ پر ایمان نہیں ہے جب تک کہ اس کی خواہش نفس اس کے تابع نہ ہو جائے جو میں لے کر آیا ہوں۔“ ایمان تب ہوگا جب تم یہ مانو کہ میں اللہ کا نبی ہوں اور اللہ کے احکام لے کر آیا ہوں اور احکام کا ماننا تمہارے لئے لازم ہے۔ دوسرا تقاضا رسول ﷺ سے محبت ہے۔ حدیث میں ہے ((لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین)) یعنی ”تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اُسے اس کے باپ، بیٹے اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“ یوں ایمان کے دو تقاضے ہوئے۔ ایک رسول اللہ ﷺ کی غایت درجہ میں اتباع واطاعت، دوسرے آپؐ کے ساتھ غایت درجہ کی محبت۔ اب اس کا یہ نتیجہ خود بخود یہ نکلے گا کہ بندۂ مومن کے دل میں رسول اللہ ﷺ کے لئے تعظیم اور عظمت ہوگی۔ جب بھی وہ آپؐ کا نام مبارک سنے گا درود پڑھے گا۔ جہاں آپ کا کوئی قول سنایا جائے گا، وہاں اُس کی زبان بند ہو جائے گی۔ پھر یہ نہیں ہوگا کہ وہ آپؐ کی بات کے مقابلے میں کسی دوسرے کی بات کو ترجیح دے۔ ہاں اس بات کی تحقیق ضروری ہے کہ واقعی رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے یا نہیں، حدیث کی استنادی حیثیت کیا ہے۔ لیکن قولِ رسولؐ سن کر اس وقت خاموش ہو جانا ضروری ہے۔ یہ ادب کا تقاضا ہے۔

کامیابی کے لئے تیسری شرط رسول اللہ ﷺ کی مدد کرنا ہے۔ آپؐ کی نصرت یہ ہے کہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے کام کیا جائے جو کہ آپؐ کا مشن تھا۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ﴾ اس کے لئے آپؐ کی پکار ہے ﴿من انصاری الی اللہ﴾ یعنی غلبہ دین حق کی جدوجہد میں کون میرا ساتھ دے گا، میرا مددگار اور ساتھی بنے گا۔ یہ میدان اب بھی کھلا ہے۔ دین پہلے غالب ہوا تھا، اب مغلوب ہو گیا ہے، بلکہ اب تو یہ حال ہے کہ پوری دنیا میں ہم ایک انچ جگہ بھی ایسی نہیں دکھا سکتے جہاں اصل دین بتمام وکمال موجود ہو۔ گویا رسول اللہ ﷺ کا مشن تو اب بھی زندہ ہے۔ لہٰذا اُس مشن کے لئے اپنے آپ کو لگانا، اور اس کے لئے اپنے جسم وجان کی صلاحیتیں اور اپنے اموال اور اوقات کی قربانی دینا، آپؐ کی نصرت کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (جاری ہے)

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللّٰهُ بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ)) (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ ؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”صدقہ (کرنے) سے مال میں کمی نہیں آتی اور معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ عزت میں اضافہ کرتا ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کی شان بلند کر دیتا ہے۔“

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صور میں ماری جانے والی دوسری پھونک

اُمت مسلمہ پر کیا بیت رہی ہے، مصائب والام کی برکھا برس رہی ہے۔لیکن اکابرین اُمت سیاسی ہوں یا مذہبی لمبی تان کر سو رہے ہیں۔گراں خواب یہ رہنما کیسی ارزاں آرزوئیں پال رہے ہیں۔کرسی کے اندھا دھند طواف میں مصروف، غیر ملکی آقاؤں کے سامنے سجدہ ریز، عملی طور پر بلھے شاہ کے اس شعر کی منہ بولتی تصویر بنے ہوئے ہیں۔بلھیا اساں مرنا ناہیں، گور پیا کوئی ہور۔عوام اگرچہ بے بس اور بے اختیار ہیں لیکن ان کا حال بھی کوئی اچھا نہیں۔وہ بھی حال مست اور مال مست ہیں۔کوئی اذان اُنہیں بیدار کرنے میں کامیاب نہیں ہو رہی۔کشمیر، فلسطین، چیچنیا، افغانستان، سنکیانگ، سوات، شمالی اور جنوبی وزیرستان سے اُٹھنے والی دلدوز چیخیں اُن کے کانوں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتیں۔ابوغریب کی فاطمہ اور ڈاکٹر عافیہ کی عزت وآبرو کی دشمنوں نے دھجیاں بکھیر دیں، لیکن ہماری غیرت وحمیت نے انگڑائی لینا گوارا نہ کیا۔سیاسی جماعتیں تو رنگ رلیوں میں مصروف ہیں، مذہبی جماعتوں کا رول بھی کسی طرح حوصلہ افزا نہیں۔کوئی بڑی اجتماعیت نظر نہیں آتی، البتہ اجتماعیت کی چھوٹی چھوٹی ڈھیریاں جگہ جگہ بچی ہیں۔لیڈران گنت ہیں، کارکن خال خال نظر آتے ہیں۔قول وفعل کا تضاد شرمناک صورت حال اختیار کر چکا ہے۔

نتیجہ یہ ہے کہ خونِ مسلم ارزاں ہی نہیں، بے قیمت اور بے وقعت ہو چکا ہے۔انسان اور انسان میں اتنا بڑا فرق تو کبھی بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔دورِ جہالت میں بھی یہ صورت حال نہ تھی۔رسالت مآبؐ کی آمد سے پہلے اوس اور خزرج میں سے خزرج بڑا قبیلہ تھا، لہٰذا خزرج کے ایک آدمی کی زندگی اوس کے تین افراد کے مساوی سمجھی جاتی تھی، یعنی کوئی نسبت تناسب تو تھا۔آج کے نام نہاد ترقی یافتہ دور میں جبکہ مساوات کا شور وغوغا کان پھاڑ رہا ہے، دعویٰ یہ ہے کہ مذہب کا ریاست سے کوئی تعلق نہیں، سیکولرازم کو اپنا ایمان بتایا جاتا ہے، رنگ ونسل اور مذہب کی بنیاد پر امتیاز ظاہراً جرم ہے، لیکن عملاً کیا ہو رہا ہے۔کسی گورے کی کسی کالی ریاست میں غیر طبعی موت واقع ہو جائے تو طوفان کھڑا ہو جاتا ہے۔الیکٹرانک میڈیا کی گز بھر لمبی زبان زہریلے ناگ کی طرح ڈسنے لگتی ہے۔لیکن دنیا بھر میں مسلمان یوں مر مر کر گر رہے ہیں، جیسے خزاں رسیدہ پتے جھڑتے ہیں۔مصر کی مروا شیربنی جو اپنے خاوند کے ساتھ جرمنی میں رہائش پذیر تھی، اُسے ہمسائے جرمن نوجوان نے محض حجاب پہننے پر دہشت گرد کہا۔میاں بیوی نے اس ہمسائے کے خلاف ڈی فیمیشن (Defemation) کا مقدمہ دائر کر دیا۔نوجوان کو 780 یورو جرمانہ ہوا لیکن اُس نے عدالت میں کھڑی حجاب پہنی مروا پر خنجر کے اٹھارہ وار کیے۔مصر میں ایک احتجاجی مظاہرہ ہوا، لیکن مصر کے صدر حسنی مبارک نے منہ سے ایک لفظ نہیں نکالا۔شاید اس لئے کہ جرمنی اور مصر بہت بڑے ٹریڈ پارٹنر ہیں۔ایران کے سوا مسلم دنیا کے کسی حصہ سے کسی قسم کا احتجاج نہیں ہوا۔الیکٹرانک میڈیا خاموش ہے۔وہاں سے خبر تک جاری نہیں ہوئی۔مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت سے تو خیر کوئی توقع بھی نہیں تھی، عوامی سطح پر بھی کوئی احتجاج سامنے نہیں آیا۔شہیدِ حجاب اللہ کے حضور پہنچ چکی ہیں اور عدالت ربانی میں ایک اور کیس ہمارے خلاف دائر ہو چکا ہے۔فرانس کے صدر سرکوزی نے برقعہ کے خلاف ہرزہ سرائی کی ہے۔آسٹریلیا کی عدالت اور چین کی حکومت نے وہاں کے مسلمانوں پر جمعہ کے اجتماع اور نماز پر پابندی عائد کر دی ہے۔ڈاکٹر عافیہ کے پاؤں میں قرآن حکیم رکھا جاتا ہے، اُس کی بینائی ختم ہونے کو ہے، لیکن وہ قرآن پر پاؤں رکھنے سے انکار کر دیتی ہے۔جب اُس سے پوچھا جاتا ہے کہ (باقی صفحہ 17 پر)

تا خلافت کی بِنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 18 — شمارہ 29

27؟ شعبان تا 3 شعبان 1430ھ
21 تا 27 جولائی 2009ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67۔اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور۔54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن، لاہور۔54700
فون: 03-5869501 فیکس: 5834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 10 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......300 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

خودی کا سرِّ نہاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
خودی ہے تیغ، فساں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

کیا ہے تو نے متاعِ غرور کا سودا
فریبِ سود و زیاں! لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

یہ مال و دولتِ دنیا، یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں! لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زناری
نہ ہے زماں نہ مکاں! لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

(1) انسانی خودی کی ترقی اور شخصیت کا ارتقائے کامل اس بات پر منحصر ہے کہ انسان کلمۂ توحید پر اس طرح ایمان لائے کہ اُس کے عمل سے یہ ثابت ہو کہ کائنات میں اللہ کے سوا نہ کسی ہستی سے ڈرتا ہے، نہ کسی کی اطاعت کرتا ہے۔ یعنی اللہ کے سوا نہ وہ کسی کو اپنا معبود قرار دیتا ہے نہ مقصود، نہ مطلوب۔ اُس کا مرنا اور جینا صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔ (یہ کیفیت پیدا نہیں ہو سکتی جب تک اللہ سے شدید محبت نہ ہو) یعنی توحید پر عامل ہونے سے خودی کی مخفی قوتیں بروئے کار آ سکتی ہیں اور وہ اپنے مرتبۂ کمال کو پہنچ سکتی ہے۔ خودی (یعنی اپنی ذات کا عرفان) کا بھید کلمۂ توحید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میں چھپا ہوا ہے۔ توحید کے بغیر خودی کا مطلب سمجھ میں آ سکتا ہے نہ یہ حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر خودی کو تلوار فرض کر لیا جائے تو کلمۂ توحید اس تلوار کو تیز کرنے والی سان ہے۔ اس سان کے بغیر یہ تلوا کند رہتی ہے۔

(2) عہدِ حاضر نمرود کے زمانے کی طرح توحید کو چھوڑ کر بُت پرستی کی طرف مائل ہو چکا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ بُت پتھر ہی کے تراشیدہ ہوں، بلکہ انسان نے غیر خدا کے بت اپنے دل میں تراش رکھے ہیں۔ کفر، شرک، مادہ پرستی، زر پرستی، خدا گریزی، وطن پرستی اور بہت سی بُرائیاں بُت ہی تو ہیں۔ اقبال کہتے ہیں، جس طرح نمرود کے زمانے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بُت پرستی کے سارے تصورات ختم کر دیے تھے، اسی طرح آج بھی ضرورت ہے کہ اس دنیا کو جو بُت کدہ بن چکی ہے، کوئی ابراہیم علیہ السلام کی طرح کا شخص آئے اور یہ سارے نئی وضع کے بُت توڑے اور توحید قائم کرے۔

(3) اے مسلمان! اگر تُو نے اس دنیائے فانی سے دل لگایا ہے تو بلا شبہ تُو نے "متاعِ غرور" کا سودا کیا ہے۔ اقبال نے یہاں دنیا کی زندگی کو قرآنی تعلیم کے مطابق متاعِ غرور یعنی دھوکے کی پونجی قرار دیا ہے، جیسا کہ اللہ فرماتا ہے: وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (دنیاوی زندگی دھوکے کی پونجی ہے) اے مسلمان! تجھے تو توحید کا علم بردار ہونا چاہئے تھا۔ توحید تو یہ ہے کہ خدا اور خدا طلبی کے مقابلے میں ہر چیز کو چھوڑ دیا جائے، لیکن تُو نے دنیا کے نفع اور نقصان کو پیشِ نظر رکھا ہوا ہے۔ یہ ایک ایسا فریب ہے جس کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ (توحید) کی ضرب سے توڑا جا سکتا ہے۔

(4) اے مسلمان! دنیا کی متاع، یہ مال و دولت اور دنیا کے جُملہ رشتے چاہے وہ عزیز داری کے ہوں یا تعلقات کے، وہم و گمان کے بُتوں کی طرح ہیں، جن کی کوئی حقیقت نہیں۔ یقین (ایمان) کی دولت اور یقین کے رشتوں کا تعلق توحید سے ہے۔ توحید ہے تو یہ سب رشتے سلامت ہیں ورنہ یہ توحید کے راستے کے بُت اور کانٹے ہیں۔ اگر دنیا کی دولت اور دنیا کے رشتوں کے لئے زندگی گزاری جائے اور آخرت کو بھلا دیا جائے تو یہ توحید کے منافی ہے۔

(5) انسانی عقل تو زمان و مکان (دنیا اور اُس کے لوازمات) کی پجاری ہے اور اس کا جنیو پہن کر غیر اسلامی اقدامات کر رہی ہے۔ حالانکہ ہمیں یہ حقیقت سمجھ لینی چاہئے کہ زمان و مکان عارضی ہیں۔ اصل دولت آخرت اور عاقبت کی زندگی ہے۔ دنیاوی زندگی کو آخرت کے تابع کر کے بسر کیا جانا چاہئے۔ یہی توحید کا سبق ہے۔ ایسی صورت میں دنیا بھی دین بن جاتی ہے۔ (زناری برہمنوں کا دھاگا، جسے ہندو جنیو کہتے ہیں، اس شعر میں مُراد ہے کافر ہو جانا)

(6) توحید محدود نہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ خوش حالی ہو تو توحید اور بد حالی ہو تو شرک اختیار کیا جائے۔ کوئی بھی فصل یعنی موسم ہو، یہ نغمۂ توحید قائم رہنا چاہئے۔ اے مسلمان! دنیاوی طور پر چاہے تیرا عروج ہو جائے، چاہے زوال ہو، ہر صورت میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی روح سے اپنے جسم کو خالی نہیں کرنا چاہئے۔ خوش حالی اور بد حالی دونوں صورتوں میں یہی علاج ہے۔

(7) علامہ کہتے ہیں کہ اگرچہ آج مسلمانوں کی جماعت یعنی مسلمان قوم/اُمت نے اپنی آستینوں میں بُت چھپا رکھے ہیں، مسلمان توحید کو چھوڑ کر غیر اللہ کی طرف مائل ہو چکے ہیں اور دنیاوی نفع و نقصان کو آخرت کے نفع و نقصان پر ترجیح دے رہے ہیں، لیکن مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے یا مجھ میں اللہ تعالیٰ نے یہ استعداد پیدا کی ہے کہ میں اس حالت میں بھی قوم کے سامنے اللہ اکبر کی آواز لگاؤں اور بتاؤں کہ اللہ اکبر باقی، باقی جو کچھ تم اپنائے ہوئے ہو یا اپنانا چاہتے ہو، سب کچھ فضول ہے۔ توحید کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ یہی تمہاری فلاحِ دارین کا واحد راستہ ہے۔

شیطانی گروہ کا کردار اور اُس کا ہولناک انجام **اور**

حزب اللہ کی فیصلہ کن فتح

سورۃ المجادلہ کی آیات 18 تا 22 کی روشنی میں

(II)

مسجد دارالسلام باغِ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید کے 26 جون 2009 کے خطبہ جمعہ کی تلخیص

(گزشتہ سے پیوستہ)

قارئین! گزشتہ شمارہ میں امیر تنظیم اسلامی کے خطاب بعنوان "شیطانی گروہ کا کردار اور انجام" کے حوالے سے سورۃ المجادلہ کی آیات 14 تا 17 کے بیان کی تلخیص پیش کی گئی تھی۔ یہ خطاب بہت مفصل تھا۔ لہٰذا آیات 18 تا 22 کی تلخیص شائع ہونے سے رہ گئی تھی۔ اب یہاں ان آیات کے بیان کی تلخیص ملاحظہ کیجیے۔ (از مرتب)

آیت 18 میں منافقین کے روزِ محشر جھوٹ بولنے کا تذکرہ ہے۔ فرمایا:

﴿یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا فَیَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰی شَیْءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾﴾

"جس دن اللہ اُن سب کو جلا اُٹھائے گا تو جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں (اسی طرح) اللہ کے سامنے قسمیں کھائیں گے اور خیال کریں گے کہ (ایسا کرنے سے) کام لے نکلے ہیں، دیکھو یہ جھوٹے (اور برسرِ غلط) ہیں۔"

جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنا منافقین کی عادت سی ہو گئی ہے۔ لہٰذا جس دن انہیں جمع کیا جائے گا، حساب کتاب ہوگا، اُس روز بھی یہ جھوٹی قسمیں کھائیں گے، یا رب ہم تو ایسے نہ تھے، ویسے تھے۔ انہیں خیال ہوگا کہ ہوشیاری دکھانے سے ان کی رہائی ہو جائے گی اور بچ نکلنے کا کوئی راستہ مل جائے گا، لیکن ایسا نہیں ہوگا۔ درحقیقت یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ دنیا میں بھی جھوٹ بولتے تھے، اب بھی جھوٹ بول رہے ہیں لیکن ان کا جھوٹ ان کے کسی کام نہیں آئے گا۔

منافقین کے اس گھناؤنے کردار کا سبب کیا ہے؟ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ﴾

"شیطان نے اُن کو قابو میں کر لیا ہے۔ اور اللہ کی یاد اُن کو بھلا دی ہے۔"

منافقین بظاہر تو مسلمان تھے لیکن انہوں نے اپنی دوستیاں یہود کے ساتھ رکھی ہوئی تھیں۔ شیطان نے ان پر قابو پا لیا تھا اور یہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شیطان اور شیطانی گروہ کی سازشوں میں شریک ہو گئے۔ شیطان نے انہیں اللہ کی یاد بھلا دی اور ان کا ایمان زائل ہونا شروع ہو گیا۔ دنیا کے حقیر مفادات، جھوٹی عزت اور مال و دولت کی خاطر یہ اللہ اور آخرت کو فراموش کر بیٹھے، اور شیطانی ایجنڈے کے فروغ کو اپنا مشن بنا لیا۔

﴿اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾﴾

"یہ (جماعت) شیطان کا لشکر ہے۔ اور سن رکھو کہ شیطان کا لشکر نقصان اُٹھانے والا ہے۔"

سمجھا دی ہے کہ شیطانی لشکر کو بالآخر منہ کی کھانی پڑے گی، حالات خواہ کچھ بھی ہوں آخری ناکامی انہی کے حصے میں آئے گی۔ چاہے دنیوی اعتبار سے یہ لوگ کتنے ہی مضبوط ہوں، انہیں عالمی قوتوں (امریکہ) کی پشت پناہی حاصل ہو، ان لوگوں کو بہرحال خوفناک انجام کا سامنا کرنا پڑے گا۔ دنیا میں اُن کے منصوبے اُلٹے پڑ جائیں گے اور آخرت میں تو اِن کے لئے عذاب شدید سے خلاصی کی کوئی صورت بھی نہیں ہوگی۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ﴿۲۰﴾﴾

"جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ نہایت ذلیل ہوں گے۔"

منافقین کا آخرت میں ہولناک انجام جو ہونا ہے سو ہونا ہے، دنیا میں بھی ان کے لئے عزت و کامرانی سے محرومی ہوگی۔ یہ کبھی عزت اور نیک نامی نہیں پا سکتے۔ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ اور دین کی مخالفت معمولی جرم نہیں۔ یہ اس

> **اس وقت دنیا کی تمام قوتیں اسلام کا راستہ روکنے کے لئے اکٹھی ہو چکی ہیں۔ وہ تمام وسائل سے لیس ہیں۔ انہیں میڈیا کی طاقت بھی حاصل ہے۔ لیکن اس کے باوجود بالآخر اللہ کا دین غالب ہو کر رہے گا**

ان کے یہ کرتوت اور حرکتیں یہ واضح کر دیتی ہیں کہ یہ حزب اللہ میں شامل نہیں بلکہ حزب الشیطان کا حصہ ہیں۔ شیطان کی پارٹی کے رکن ہیں۔ اسی لئے تو اللہ، نبی اور سچے مومنوں کو چھوڑ کر شیطانی قوتوں کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دو ٹوک انداز میں ایسے لوگوں کو یہ بات

جرم کی پاداش میں ذلیل و رسوا ہونے والے ہیں۔

﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۲۱﴾﴾

"اللہ کا حکم ناطق ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے۔ بیشک اللہ زور آور (اور)

زبردست ہے۔"

جب یہ آیات نازل ہو رہی تھیں، یہود کے پاس بڑے وسائل تھے، مال و دولت تھی۔ اُن کے تین قبیلوں کے مدینہ کے آس پاس مضبوط قلعے تھے۔ ان کی اس حیثیت کی بنا پر منافقین ان سے ساز باز اور دوستی رکھتے تھے، تاکہ اگر مسلمان مغلوب ہو جائیں تو یہود سے اپنے تعلق کو کام میں لا کر نقصان سے محفوظ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ میں نے اپنے اور اپنے رسولوں کے لئے غلبہ لکھ دیا ہے، لہٰذا رسول برحقؐ کو بہر صورت کفار پر غالب آنا ہے ——

ہمارے حکمران بھی وار آن ٹیرر کے نام پر اسلام کے خلاف رسوائے زمانہ امریکی جنگ میں امریکہ کی مجرمانہ سپورٹ اور حمایت کے مرتکب ہوئے ہیں اور یہ حمایت ابھی تک جاری ہے۔ کون نہیں جانتا کہ یہ جنگ صرف اور صرف اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہے، لیکن اس کے باوجود ہم امریکہ کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کفار کا ساتھ دینا بہت بڑا جرم ہے۔ اس جرم کی شناعت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص کسی فاسق کو تقویت دینے کے لئے اُس کے ساتھ چلتا ہے، اللہ اُس پر غضب ناک ہوتا ہے اور اُس کا عرش کانپ اٹھتا ہے۔ ڈھٹائی کی حد یہ ہے کہ ہم امریکہ کا ساتھ دینے پر فخر بھی محسوس کرتے ہیں، حالانکہ اسلامی حکومت کے خاتمے اور بے گناہ مسلمانوں کے قتل عام میں کفار کا ساتھ دینا فخر کی بات نہیں اللہ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ جو لوگ بھی اسلام کے خلاف کفر کا ساتھ دیتے ہیں، اُن پر واضح ہو جانا چاہئے کہ آخری کامیابی اللہ کے رسول ﷺ کی جماعت کے لئے ہے۔ اس میں ہمارے لئے خوشخبری ہے۔ اس وقت دنیا کی تمام قوتیں اسلام کا راستہ روکنے کے لئے اکٹھی ہو چکی ہیں۔ وہ تمام وسائل سے لیس ہیں۔ انہیں میڈیا کی طاقت بھی حاصل ہے۔ لیکن اس کے باوجود بالآخر اللہ کا دین غالب ہو کر رہے گا۔ ایک وقت آئے گا جب کل روئے ارضی دین اسلام کی روشنی سے منور ہو گی، اور نبی کریمؐ کا مقصد بعثت یعنی غلبۂ دین حق تکمیلی شان کے ساتھ پورا ہو گا۔ ﴿ان اللہ قوی عزیز﴾ کہہ کر یہ بتا دیا کہ دنیا کے کفار کے پاس اسلحہ و ٹیکنالوجی کی خواہ کتنی بھی قوت ہو وہ اللہ کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اللہ القوی اور العزیز ہے۔ اگر مسلمان اُسے راضی کر لیں تو غلبہ و سربلندی انہی کا مقدر ہو گا۔

اب آگے حزب اللہ کا ذکر آ رہا ہے۔ فرمایا:

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ﴾

"جو لوگ اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم اُن کو اللہ اور اُس کے رسولؐ کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے خواہ وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان (پتھر پر لکیر کی طرح) تحریر کر دیا ہے اور فیضِ غیبی سے اُن کی مدد کی ہے۔ اور وہ اُن کو بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے گا۔ ہمیشہ اُن میں رہیں گے۔"

سچے اہل ایمان کی مومنانہ روش یہ بتائی کہ وہ کبھی بھی ان لوگوں سے دوستی نہیں کر سکتے جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہوں۔ ایسے لوگوں سے ان کا کوئی بھی تعلق ہو ہی نہیں سکتا، خواہ یہ لوگ ان کے اپنے باپ، بیٹے، بھائی یا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ حق و باطل اکثر گڈمڈ رہتے ہیں اور یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ حق کیا ہے اور باطل کیا، لیکن آپؐ کی بعثت کے بعد حق بالکل واضح ہو گیا۔ جن لوگوں نے اسے قبول کیا تو اُن کی کامل وفاداری حق کے ساتھ ہو گئی۔ جب غزوات کا مرحلہ آیا تو یہ اپنے باپ اور بھائیوں اور رشتہ داروں کو بھی کوئی رعایت دینے والے نہ تھے۔ وہ اُن کے ساتھ لڑ گئے اور بھرپور قتال کیا۔ اس لئے کہ اللہ سے وفاداری کا رشتہ انہیں سب

پریس ریلیز 11 جولائی 2009ء

آسٹریلوی عدالت کا اجتماع جمعہ پر پابندی کا فیصلہ اور سنکیانگ میں چینی حکومت کی طرف سے اجتماعات جمعہ پر پابندی مذہبی رواداری اور انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی ہے

حکومت پاکستان، آسٹریلیا اور چین سے سفارتی سطح پر اس معاملے کو اٹھائے

حافظ عاکف سعید

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے کہا ہے کہ آسٹریلوی عدالت کا اجتماع جمعہ پر پابندی کا فیصلہ اور چین کے صوبے سنکیانگ میں چینی حکومت کی طرف سے اجتماعات جمعہ پر پابندی مذہبی رواداری اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی کھلی مثالیں ہیں، جن کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ انہوں نے کہا کہ آسٹریلوی اہل کتاب میں سے ہیں، ان کی عدالت کا یہ فیصلہ تو حیرت انگیز ہے ہی، چین ہمارا دوست ملک ہے جس میں سیکولرازم کے اصولوں کے مطابق مذہب انسان کا ذاتی معاملہ ہے وہاں یہ پابندی اور بھی زیادہ افسوسناک ہے۔ آسٹریلوی عدالت کی یہ دلیل کہ نماز جمعہ سے پورا علاقہ بند ہو جاتا ہے اور ٹریفک جام ہو جاتا ہے، ناقابلِ فہم ہے۔ آسٹریلوی حکومت اگر چاہتی تو اس مسئلہ کا حل آسانی سے نکال سکتی تھی۔ اسی طرح چین میں فرقہ ورانہ فسادات کی بناء پر یہ پابندی بھی محل نظر ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ مذہبی فرقہ واریت متعدد مسائل کو جنم دیتی ہے اور قابلِ مذمت ہے، لیکن اس کا انتظامی سطح پر حل نکالا جا سکتا تھا۔

اس کی آڑ میں مسلمانوں کو جمعہ کے اجتماع سے روکنے کا کوئی جواز نہیں۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ مذہبی اجتماعات پر پابندی جمہوریت اور سیکولرازم کے اصولوں کے بھی منافی ہے۔ اپنے عقیدے کے مطابق مذہبی رسوم کی ادائیگی ہر انسان کا بنیادی حق ہے جس سے اُسے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ امیر تنظیم اسلامی نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ وہ ان دو ممالک سے سفارتی سطح پر اس معاملے کو اٹھائے، وگرنہ اس قسم کے اقدامات دوسرے ممالک میں بھی اٹھائے جانے لگے تو اس سے مسلمانوں کو شدید دشواریوں کا سامنا ہو گا۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی، پاکستان)

رشتوں ناتوں سے بڑھ کر عزیز تھا۔اس سلسلے میں تاریخ میں کئی واقعات ملتے ہیں کہ میدان جنگ میں باپ اور بیٹا اور ایک بھائی دوسرے بھائی کے آمنے سامنے آئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور اُن کے بیٹے کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ایک غزوہ میں ابوبکر صدیقؓ کا بیٹا کفار کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لئے آیا۔لڑائی کے بعد اُس نے اپنے والد سے کہا: اباجان! آپ ایک مرتبہ میری تلوار کی زد میں آگئے تھے، لیکن میں نے آپ کی رعایت کی۔اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جو مزاج کی نرمی اور رقت میں رسول خداؐ سے بہت قریب تھے، فرمایا: بیٹا! اگر تم نے میری رعایت اس لئے کی کہ تم باطل کے لئے لڑ رہے تھے۔ خدا کی قسم! اگر تم میری تلوار کی زد میں آجاتے تو میں ہرگز رعایت نہ کرتا۔

دینی غیرت، حمیت جن لوگوں میں اس درجے میں ہو، اُن کی بابت فرمایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے۔اور اپنے خاص فضل سے انہیں قوت اور طاقت عطا فرمائی۔ اور اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾

"اللہ اُن سے خوش اور وہ اللہ سے خوش۔ یہی گروہ اللہ کا لشکر ہے۔ (اور) سن رکھو کہ اللہ ہی کا لشکر مراد حاصل کرنے والا ہے۔"

وہ لوگ کہ جنہیں علائق دنیوی اور دنیاوی مفادات الغرض ہر چیز سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسولؐ کی وفاداری عزیز تھی، اُن کو اللہ نے یہ سرٹیفکیٹ عطا کیا کہ اللہ اُن سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔ یہی لوگ درحقیقت اللہ کی پارٹی ہیں۔ جو بالآخر غالب آنے والی ہے۔

اللہ کی پارٹی شیطان کے جتھے کی حریف ہے۔اس دور میں حزب اللہ اور حزب الشیطان تو بالکل نکھر کر سامنے آرہی ہیں۔ عالم کفر اللہ کی پارٹی سے جڑنے والوں کو اپنا اصل دشمن ڈکلیئر کر رہا ہے۔اس کا یہ کہنا ہے (اور یہ کہنا بجا ہے) کہ یہ ہماری تہذیب (شیطانی) کے لئے خطرہ ہیں، ہمارے نظام زندگی کے لئے خطرہ ہیں۔دشمن کی طرف سے دہشت گردی کی سب سے پہلے جو تعریف آئی تھی وہ یہی تھی وہ تمام لوگ دہشت گرد ہیں جو سیاسی اسلام کا تصور رکھتے ہیں۔اب اُن حلقوں کی جانب سے دہشت گردی کی نئی تعریف سامنے آرہی ہے، جیسا کہ حامد میر نے مغربی دانشوروں کے خیالات کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ اُن کے نزدیک اب ہر وہ شخص دہشت گرد ہے جو قرآن پر ایمان رکھتا ہے، خواہ وہ سیکولر مزاج ہی کیوں نہ رکھتا ہو، اس لئے کہ اسی قرآن میں یہود و نصاریٰ سے دشمنی اور قتال کا حکم ہے، اور کل کلاں یہ اس کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں۔

> ارشاد باری تعالیٰ ہے:
> "شیطان نے اُن کو قابو میں کر لیا ہے۔ اور اللہ کی یاد اُن کو بھلا دی ہے۔ یہ (جماعت) شیطان کا لشکر ہے۔ اور سن رکھو کہ شیطان کا لشکر نقصان اُٹھانے والا ہے۔"

اب آئندہ اُن کا معیار یہ ہوگا کہ اگر تم اس قرآن کو مانتے ہو جو حضرت محمد ﷺ نے دیا ہے تو تم دہشت گرد ہو اور ہمارے دشمنوں کی صف میں کھڑے ہو۔ کیا تمہیں یہ بات قبول ہے۔اب وہ لوگ جن کی نگاہ اپنے ذاتی حقیر مفادات پر ہے، وہ امتحان میں پڑ جائیں گے اور کہہ دیں گے نہیں جناب، ہمارے ایمان کو قصۂ ماضی سمجھو، ہم ہرگز تمہارے دشمنوں کی صف میں شامل نہیں، ہم تمہارے ساتھ ہیں اور پھر عملاً دین و ایمان کا سودا کر کے حزب الشیطان کی صف میں جا کھڑے ہوں گے۔حدیث کے مطابق جب دجال آئے گا وہ بھی یہی کہے گا، بتاؤ اللہ پر ایمان رکھتے ہو یا مجھے رب مانتے ہو۔ مسلمانوں کی عظیم اکثریت اُس کے فتنے میں مبتلا ہو کر اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے گی۔ تو جوں جوں زمانہ آگے بڑھ رہا ہے، حزب اللہ اور حزب الشیطان کا فرق نکھر کر سامنے آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حزب اللہ میں شامل رکھے۔ (آمین)

ان آیات میں حزب اللہ اور حزب الشیطان کا فرق کھل کر سامنے آگیا ہے۔ ہم میں ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اس آئینے میں جھانکے اور دیکھے کہ وہ کس گروہ میں شامل ہے۔ ہمارے حکمران بھی اپنا محاسبہ کریں جو امریکی ڈکٹیشن پر چل رہے ہیں کہ وہ عملاً کس گروہ کا حصہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق و باطل میں تمیز کرنے اور حق کا برملا ساتھ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

قرآنی الفاظ 'لا اکراہ فی الدین' کی حقیقت

نذیر یٰسین

دور حاضر میں، بالخصوص افغانستان میں طالبان حکومت کے قیام کے بعد جن قرآنی الفاظ کو سب سے زیادہ غلط معانی پہنا کر من مانی تاویلیں کی گئی ہیں، وہ سورۃ البقرہ کی آیت 256 کے یہ الفاظ ہیں: ''لا اکراہ فی الدین'' تجدد پسندوں و روشن خیالوں کے نزدیک ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ دین کے معاملے میں کوئی جبر یا زبردستی کی اجازت نہیں۔ لہٰذا کسی بھی شخص کو (خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم) اسلامی احکامات و تعلیمات پر عمل کرنے کے لئے مجبور کرنا ان الفاظ قرآنی کی خلاف ورزی ہے۔ انہی الفاظ کا سہارا لے کر پہلے طالبان حکومت کے نفاذ شریعت کے اقدامات کو ہدف تنقید بنایا گیا تھا، بعد ازاں لال مسجد تحریک کی مخالفت کی گئی تھی اور ان دنوں ہی مالا کنڈ میں نفاذ شریعت کی کوششوں کے آگے بند باندھنے کی کوشش کی گئی۔ ''ہم بندوق کی نوک پر شریعت نافذ ہونے نہیں دیں گے، ہمیں ڈنڈا بردار شریعت ہرگز قبول نہیں'' وغیرہ وغیرہ کی بڑھکیں انہی الفاظ کا سہارا لے کر لگائی جاتی ہیں۔ ذرائع ابلاغ پر ہر روشن خیال سیاستدان، دانشور، تجزیہ کار اور اینکر پرسن انہی قرآنی الفاظ کا یا ان کے مفہوم کا حوالہ دیتا اور نفاذ شریعت کا مطالبہ کرنے والوں کو ہدف تنقید بناتا دکھائی دیتا رہا۔ اس پس منظر میں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان الفاظ کے حقیقی و اصلی مفہوم سے لوگوں کو آگہی دلا کر ایک بہت بڑی غلط فہمی کو رفع کرنے کی کوشش کی جائے۔

اکراہ کا لفظ 'کرہ' سے نکلا ہے جس کے کئی معانی بیان کئے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر ناپسندیدگی، زبردستی، جبر، زور اور تشدد وغیرہ۔ اسی طرح 'الدین' کا لفظ بھی کثیر المعانی ہے اور قرآن حکیم میں یہ لفظ جزا، بدلہ، قانون، ضابطہ، نظام، اور اطاعت وغیرہ کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔ کثیر المعانی الفاظ کے متعلق یہ بات تو طے شدہ ہے کہ ان کا مفہوم کسی کلام یا عبارت کے سیاق و سباق کی روشنی میں ہی متعین کیا جائے گا، تاہم کسی قرآنی لفظ کا حقیقی مفہوم طے کرنے کے لئے صاحب قرآن یعنی نبی کریم ﷺ کے قول یا فعل کی اہمیت بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ مزید برآں قرآن حکیم کی تفسیر کا ایک اور اہم ترین ذریعہ بذات خود قرآن ہے کہ قرآن کا ایک حصہ دوسرے حصے کی تشریح بھی کرتا ہے۔ قرآن میں اگر کوئی موضوع کسی ایک مقام پر اجمالی طور پر بیان ہوا ہے تو دوسری جگہ تفصیلی طور پر آیا ہے، جس سے قرآن کی حقیقی منشا و مدعا معلوم کرنے میں بہت سہولت حاصل ہوتی ہے۔ آیئے، تفسیر قرآن کے اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے درج ذیل آیات قرآنی پر ذرا نظر دوڑائیں اور ''لا اکراہ فی الدین'' کے الفاظ سے سیکولرازم، آزاد خیالی اور روشن خیالی کا جواز تراشنے والوں کی کوتاہ نظری اور علمی خیانت ملاحظہ کریں:

''اور اُن (کافروں) سے جنگ جاری رکھو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین (نظام حیات) کُل کا کُل اللہ ہی کے لئے ہو جائے۔'' (سورۃ الانفال:39)

''اور جنگ کرو ان لوگوں سے جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ آخرت پر، اور حرام نہیں مانتے اُن چیزوں کو جنہیں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) نے حرام ٹھہرایا ہے اور دین حق کو قبول نہیں کرتے اُن لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی تھی (اُن کے خلاف جنگ جاری رکھو) حتیٰ کہ وہ اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں۔'' (سورۃ التوبہ:29)

''یہ (کافر) چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا ڈالیں اور اللہ (کا فیصلہ ہے کہ) وہ اپنے نور کو پورا پھیلا کر رہے گا۔ وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسول (ﷺ) کو الہدیٰ (یعنی قرآن حکیم) اور دین حق کے ساتھ، تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔'' (سورۃ الصف:8،9)

روشن خیالوں، تجدد پسندوں اور بعض مذہبی ٹھیکیداروں کے نام نہاد روادارانہ و صلح جویانہ خیالات و نظریات کی تردید درج بالا آیات قرآنی سے تو ہوتی ہی ہے، اُسوۂ نبی کریم ﷺ بھی اُن کی اس من مانی تفسیر کی نفی کرتا ہے۔ آپ ﷺ کی مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ کے خلاف جنگیں معاذ اللہ کسی ذاتی عداوت یا انتقام کی بناء پر نہیں تھیں اور نہ ہی حصول اقتدار کے لئے یا ملک گیری کی ہوس کی بناء پر تھیں۔ ان تمام جنگوں کا مقصد صرف ایک تھا اور وہ تھا دین اللہ کو بالفعل نافذ و غالب کرنا۔ اب اگر آپؐ کے اُمتی اور نام لیوا پوری دنیا میں آپؐ کے دین کو بالفعل نافذ و غالب کرنے کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی بجائے اپنے ہی مسلم معاشروں میں اس دین کے عملی نفاذ کی مخالفت کریں، اسے فرسودہ و ناقابل عمل قرار دیں، اسے جمہور کی تائید و حمایت سے مشروط کر دیں یا اسے محض ایک اضافی کار ثواب قرار دے ڈالیں تو آپؐ کی بعثت کا مقصد تکمیلی شان کے ساتھ کیونکر پورا ہو سکے گا؟

انسانی تاریخ اور قرآن حکیم کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اہل حق ہمیشہ اقلیت میں ہی رہے مگر پھر بھی بے شمار مواقع پر وہ نصرت الٰہی کے ذریعے اکثریتی گروہوں پر غالب آتے رہے جس سے اس منطق کی خود بخود نفی ہو جاتی ہے کہ نفاذ اسلام کے لئے عوام کی اکثریت کی حمایت حاصل ہونا ضروری ہے۔ ہم اس حقیقت سے بھی بخوبی واقف ہیں کہ بے شمار سابقہ اُمتیں اسی لئے ہلاک ہوئیں کہ اُن کی اکثریت نے اپنی طرف مبعوث ہونے والے رسولوں کی دعوت اسلام کو قبول کرنے سے انکار کیا تھا۔ پس ثابت ہوا کہ نفاذ اسلام کے لئے اکثریت کی حمایت حاصل کرنا یا حاصل ہونا ہرگز ایک شرط لازم نہیں ہے۔

جمہور ثقہ مفسرین کے نزدیک ان الفاظ قرآنی کے مخاطب مسلمان نہیں بلکہ غیر مسلم ہیں جنہیں اس بات کا یقین دلایا گیا کہ قبول اسلام کے لئے اُن پر کسی قسم کا جبر نہیں کیا جائے گا۔ اس تناظر میں اس آیت قرآنی کا ترجمہ (اور مفہوم) اس طرح ہوگا:

''(قبول اسلام کے حوالہ سے) دین میں کوئی جبر نہیں، بے شک ہدایت کا رستہ گمراہی کے رستے سے بالکل واضح ہو چکا، پس جو کوئی طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر (کما حقہ) ایمان لے آئے، تو اُس نے ایک بہت مضبوط سہارا تھام لیا جو ہرگز ٹوٹنے والا نہیں، اور اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔''

مفسرین کے نزدیک اس آیت میں کلمہ توحید یعنی "لا الہ الا اللہ" کی حقیقت اور اسے قبول کرنے کے حوالہ سے اسلام کا اصول بیان کیا گیا ہے۔"لا الہ" کا مطلب اللہ کے سوا تمام معبودوں کی نفی، ابطال اور انکار ہے تو "الا اللہ" سے مراد صرف ذات باری کے ہی حقیقی و اصلی معبود ہونے کی تصدیق، اثبات اور اقرار ہے۔اسی حقیقت کو درج بالا آیت میں طاغوت کے انکار اور اللہ پر ایمان لانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔طاغوت کا لفظ "طغی" سے نکلا ہے، جس کا مطلب ہے اپنی حد سے نکل جانا، سرکشی اور بغاوت کرنا وغیرہ۔اصطلاحی معنوں میں اس سے مراد خالق کائنات کی مقرر کردہ حدود و قیود سے باہر نکلنا ہے جبکہ طاغوت سے مراد ہر وہ ہستی، شخصیت، ادارہ یا نظام ہے جو اللہ کی مقرر کردہ شرعی حدود و قیود سے تجاوز کرتا ہو۔ایمان حقیقی کی اولین شرط ہر اُس ہستی یا ادارے سے لاتعلقی کا اظہار ہے جو اپنے خالق و مالک کی طرف سے نازل کردہ احکام شریعت کی پابندی اختیار نہ کرتا ہو۔وہ تمام اقوام جو کسی رسول کی تکذیب کے نتیجہ میں تباہ و برباد ہوئیں، اُن کا سب سے بڑا جرم طاغوت کی بندگی اختیار کر لینا تھا یعنی انہوں نے کچھ ہستیوں اور اداروں کو اس حد تک مقدس، متبرک، قابل عزت و احترام اور لائق اطاعت بنا ڈالا تھا کہ اس ضمن میں احکامات الٰہی بھی پس پشت ڈال دیے تھے۔

جیسا کہ درج ذیل آیت قرآنی سے معلوم ہوتا ہے:

"اور یقیناً ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول (یہ حکم دے کر) بھیجا کہ بندگی کرو اللہ کی اور اجتناب کرو طاغوت (کی بندگی) سے، پس اُن میں سے کچھ ایسے تھے جن کو اللہ نے ہدایت دی اور اُنہی میں سے کچھ ایسے تھے جن پر گمراہی مسلط ہو گئی، پس چلو پھرو زمین میں، پھر دیکھو کہ کیا انجام ہوا (دین اللہ کو) جھٹلانے والوں کا۔" (سورۃ النحل: 36)

"لا اکراہ فی الدین" کے قرآنی الفاظ کی اصل و بہترین تفسیر و تعبیر وہی ہو سکتی ہے جسے نبی کریم ﷺ اور اُن کے صحابہ کرامؓ نے اختیار کیا تھا۔صحابہ کرامؓ نے اس آیت کے مفہوم کو صرف قبول اسلام کے حوالہ سے جبر یا زبردستی نہ کرنے تک محدود رکھا۔ایک کلمہ گو شخص اور مسلم معاشرہ پر تو شرعی احکامات کی مکمل پابندی بہر صورت لاگو ہوتی ہی ہے مگر اس سے بھی آگے بڑھ کر اسلام یہ بھی چاہتا ہے کہ پوری دنیا میں بھی اسلام کا نظام اجتماعی عملی طور پر قائم و غالب ہو، تاکہ خلق خدا کو بندگی رب کے لئے ایک مثالی ماحول فراہم ہو سکے اور اُن کے پاس اپنے خالق و مالک حقیقی کی بندگی اختیار نہ کرنے کے حوالہ سے کسی قسم کا عذر باقی نہ رہے۔اسی اسلامی اصول کی پاسداری کرتے ہوئے خلفائے راشدینؓ کے دور میں نظام اسلامی کا دائرہ بزور قوت۔دور دراز علاقوں تک پھیلایا گیا تھا۔ہم جانتے ہیں کہ جب مسلمانوں کے کسی لشکر کی کسی غیر مسلم سپاہ سے مڈبھیڑ ہوتی تھی تو مسلمانوں کی طرف سے اُنہیں تین میں سے ایک آپشن قبول کرنے کا اختیار دیا جاتا تھا: اول اسلام قبول کر لیں، دوم جزیہ دے کر اسلامی نظام کی اطاعت قبول کر لیں اور سوم یہ کہ جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔قبول اسلام کی بجائے جزیہ کا آپشن قبول کر لینے کا اختیار اسی لئے دیا جاتا تھا کہ اسلام جبری طور پر کسی بھی شخص کا مذہب تبدیل کرنے کو روا نہیں رکھتا۔جزیہ نہ صرف ایک ٹیکس ہے جو غیر مسلموں کی حفاظت و نگہداشت کے لئے وصول کیا جاتا ہے جیسا کہ مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے، بلکہ ایک مکمل نظام کے لئے بطور استعارہ بھی استعمال ہوتا ہے۔جزیہ کے اس نظام کے تحت غیر مسلموں کو اپنے انفرادی معاملات بشمول اُن کی مذہبی عبادات رسومات وغیرہ کی مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے تاہم مملکت کے تمام قوانین اسلامی ہوتے ہیں، مثال کے طور پر شراب اور زنا وغیرہ اگر حرام ہے تو وہ غیر مسلموں کے لئے بھی ہے۔باقی جہاں تک کسی مسلمان شخص یا مسلم معاشرے کا تعلق ہے تو اس کے پاس احکام شریعت کی پابندی کے سوا کوئی چارہ کار ہے ہی نہیں۔ایک مسلمان کو تو اس بات کا تہہ دل سے شکر گزار ہونا چاہئے کہ اللہ نے اُس پر احسان عظیم کرتے ہوئے اُسے مسلمان گھرانے میں پیدا کیا ہے۔یہ اُس کے لئے ایک اس کے پروردگار کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت ہے اور اسی نعمت کی ناقدری کی بناء پر اسلام میں مرتد کے لئے قتل کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ایک کلمہ گو کے لئے شرعی احکام و فرائض کی پابندی کس قدر لازم ہے، اس کا کسی قدر اندازہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف سے مانعین زکوٰۃ کے خلاف کی جانے والی جنگ سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

اعجاز احمد عباسی (امیر مقامی تنظیم، اسلام آباد شرقی) اور نیاز احمد عباسی (ملتزم رفیق) کے بھائی ایاز احمد عباسی قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے ہیں۔قارئین ندائے خلافت سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

دعائے صحت کی اپیل

کراچی کے رفیق تنظیم محمد ممتاز ملک کی ہارٹ سرجری ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔قارئین ندائے خلافت سے بھی دعائے صحت کی اپیل ہے۔

ایک وضاحت

ندائے خلافت کے شمارہ نمبر 26 میں مزارات پر ہونے والی خرافات کے حوالہ سے بریلوی مکتب فکر کے جید علماء کا ایک فتویٰ شائع کیا گیا تھا۔ندائے خلافت میں فتویٰ شائع کرنے کا مقصد یہ تھا کہ عوام الناس تک یہ پیغام پہنچ جائے کہ مزارات پر جو لغو اور خلاف اسلام حرکات ہو رہی ہیں، خود بریلوی علماء بھی اُن کو درست نہیں سمجھتے، بلکہ ان کے نزدیک بھی یہ اُمور قابل مذمت ہیں۔یہ بات لائق ستائش ہے کہ بریلوی علماء نے بھی ان خلاف شرع اُمور کے خلاف فتویٰ کی صورت میں زوردار آواز اُٹھائی ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر اس عزم کا اظہار بھی کیا ہے کہ اگر ان خرافات سے اجتناب نہ کیا گیا تو ان کو بزور بازو روکنا ان کی ایمانی مجبوری ہو گی۔گویا اب حکومت کی بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ ان لغو اور خلاف شرع کاموں کی سختی کے ساتھ سدباب کرے۔باقی جہاں تک مزارات کو مراکز رشد و ہدایت جاننے اور عرس وغیرہ کے انعقاد کا تعلق ہے، یہ اختلافی اُمور ہیں جن سے تنظیم اسلامی کو اتفاق نہیں ہے۔(ادارہ)

نائن الیون بہانہ تھا

افغانستان پر حملے کا منصوبہ بہت پہلے بن چکا تھا!

ترجمہ: محمد فہیم

عابداللہ جان کی معرکۃ آرا کتاب

Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade

کا قسط وار اُردو ترجمہ

افغانستان پر حملہ کے لئے اصل جذبہ محرکہ مذہبی تھا، جس کا اظہار اس وقت کے امریکی صدر بش نے لفظ ”کروسیڈ“ کا استعمال کر کے کیا تھا۔ 9/11 کا ڈرامہ دراصل بہت پہلے سے تیار کردہ منصوبہ پر عمل درآمد کرانے کے لئے رچایا گیا۔ سرزمین افغانستان سے خلافت موعودہ کے ابھرنے سے مغربی تہذیب کو ممکنہ لاحق خطرات کے پیش نظر مغربی بنیاد پرستی کے علمبرداروں بش اینڈ کمپنی نے دُنیا کو اس ڈرامہ کو اسامہ اور القاعدہ کی دہشت گردی باور کرانے کی کوشش کی۔ جناب عابد اللہ جان نے اپنی کتاب Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade میں ناقابل تردید دلائل وشواہد کے ذریعے یہ ثابت کیا ہے کہ افغانستان پر 9/11 سے صرف 25 دن بعد حملہ درحقیقت ان مذہبی جنگوں کی ابتدا تھی، جو مغربی استعمار ”آزادی“ اور ”جمہوریت“ کے نام پر مسلمانوں اور اسلام کے خلاف لڑنا چاہتی ہے۔ پاکستان کے موجودہ حالات کو جو 9/11 کے بعد ظہور پذیر ہوتے جا رہے ہیں، اسی تناظر میں دیکھا جانا چاہئے۔ اس مستند، تحقیقی اور انکشافات پر مبنی کتاب کا قسط وار اردو ترجمہ قارئین کی نذر کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ افغانستان کے خلاف جنگ نہ صرف یہ کہ ایک زبردست کامیابی تھی بلکہ یہ جنگ جائز بھی تھی۔ اس جنگ میں فتح بہت جلد حاصل کی گئی، طالبان کی حکومت گرائی گئی اور القاعدہ جو 9/11 تک ایک غیر معروف تنظیم تھی، انتشار کا شکار ہوگئی۔ اسی طرح پڑوسی ملک پاکستان کے بنیاد پرست، اسلام پسند عناصر نے اسے بحیثیت شکست قبول کر لیا، اور وہ پست حوصلگی کا شکار ہوگئے۔ اس کے ساتھ ہی طالبان کی کمزوری اور پس ماندگی کی ہنسی اُڑا دی گئی اور سب باتوں کی ایک بات کہ اب ہر ایک نے یہ تسلیم کیا ہے کہ افغانستان پر حملہ اور قبضہ نیو یارک پر حملے اور طالبان کا اپنے ہاں ”دہشت گردوں“ کو ٹھہرانے کا نتیجہ ہے۔

9/11 کے واقعات نے امریکہ کے لئے دُنیا بھر میں ہمدردی کی فضا پیدا کر دی۔ تقریباً تمام ملکوں کے سربراہوں نے تعزیت کے ساتھ ساتھ مجرموں کے تعاقب میں مدد کا وعدہ کیا۔ موقع کو غنیمت جانتے ہوئے بش انتظامیہ نے افغانستان پر حملہ کے لئے پہلے سے تیار شدہ منصوبے کو بروئے کار لانے کے لئے یہ روپ دھارا کہ وہ اضافی اعانت اور توثیق کے لئے عالمی سطح پر مشورہ کر رہا ہے۔ کسی حقیقی تحقیق اور تفتیش کے بغیر اقوام متحدہ کی سیکیورٹی کونسل نے ایک متفقہ قرارداد پاس کی، جس کی رو سے تمام ممبر ملکوں کے لئے لازمی قرار دیا گیا کہ وہ ”دہشت گردوں“ اور ان کے مالی ذرائع پر ضرب لگانے کے لئے ان کا تعاقب کریں۔ آرٹیکل 5 کو درمیان میں لا کر نیٹو نے 9/11 واقعہ کو تمام 19 ممبر ممالک کے خلاف ایک اقدام کے طور پر پیش کیا۔ یہی راستہ امریکی ریاستوں کی تنظیم نے بھی اختیار کیا اور اگلے چند ہفتوں میں کوئی ملک ایسا نہ رہا جو امریکہ کی طرف سے تعاون کی درخواست کو رد کر سکتا۔ اس کتاب کے باب ششم میں ان اقدامات کا جائزہ لیا جائے گا کہ وہ کہاں تک جائز اور قانونی ہیں! یہاں یہ بات کافی ہے کہ 9/11 کا واقعہ امریکہ کے لئے بہت بڑی ہمدردی پیدا کرنے کا ذریعہ بنا۔ نتیجتاً بش انتظامیہ نے فوری طور پر اُسامہ بن لادن اور ابھی تک نامانوس تنظیم القاعدہ کو مجرم گرداننے میں دیر نہیں کی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ صدر بش سے تین دن پہلے کولن پاول نے بحیثیت سیکریٹری آف سٹیٹ پہلی مرتبہ اپنی ترجیحات پر خطاب کیا تھا۔ اس نے 20 عنوانات پر تقریر کی جس میں چین اور بلقان سے لے کر اقوام متحدہ اور عراق پر پابندیوں تک کا تفصیلی ذکر کیا گیا۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ اس اہم موقع پر اس نے ”دہشت گردی“ کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اسی طرح ٹونی کیرون کی ٹائم میگزین کے لئے خصوصی رپورٹ بعنوان "Bin Laden Rides Again : Myth vs Reality" 9/11 سے صرف دو مہینے پہلے شائع کی گئی تھی، جس میں بن لادن کے متعلق بہت کچھ ہونے کے باوجود القاعدہ ”دہشت گرد نیٹ ورک“ کا کوئی ذکر نہیں تھا۔

بہر حال اس گرما گرمی میں طالبان کو بھی اُسامہ کے ساتھ باہمی بندھن کی بنا پر شریک جرم ٹھہرایا گیا۔ بش کا یہ اعلان کہ وہ اُسامہ کو مردہ یا زندہ حالت میں حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے جذبہ انتقام کی عکاسی کر رہا تھا۔ 9/11 حادثہ تک بش ایک نکما، نابکار صدر اور ایک بُرا مسخرہ ہی خیال کیا جاتا تھا، جس کی شخصیت فلوریڈا کے انتخابی فراڈ کی وجہ سے مجروح اور داغدار ہو چکی تھی۔ اس نے جنگ کی ابتدا کر کے اپنی قوم کو اپنے پیچھے متحد کر لینے میں کامیابی حاصل کی، جس کی بدولت نہ صرف یہ کہ اس نے اپنی صدارت بچالی بلکہ دوسری بار منتخب ہونے کی بھی راہ نکالی۔

15 ستمبر 2001ء کو بش نے طالبان کو الٹی میٹم دے دیا کہ اُسامہ کو حوالہ کر کے اس کے تربیتی کیمپ بند کئے جائیں، بصورت دیگر وہ نتائج بھگتنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اس موقع پر افغانستان کی اعلیٰ ترین اسلامی شوریٰ کونسل نے سفارش کی کہ سربراہ مملکت ملا محمد عمر اسامہ بن لادن کو افغانستان چھوڑنے پر آمادہ کر لیں۔ اس دوران امریکی اور برطانوی سیاست کار اور افغانستان میں موجود شمالی اتحاد سے تعلق رکھنے والے حزب اختلاف کے لوگ مستقل طور پر یہ پروپیگنڈا کرتے رہے کہ طالبان کے اتحاد میں (اُسامہ کے ضمن میں) اختلافات کے آثار شروع ہو چکے ہیں۔

18 ستمبر 2001ء کو افغان وزیر خارجہ نے اعلان کیا کہ وہ اُسامہ کو افغانستان سے نکال دیں گے، بشرطیکہ امریکی حکومت اُن کے دہشت گردی میں ملوث ہونے کے متعلق ٹھوس اور قابل یقین شواہد فراہم کرے۔ چونکہ ایسی کوئی شہادت دستیاب نہ تھی، لہٰذا بش نے کانگرس کو بتایا کہ ”کسی قسم کا مکالمہ اور گفتگو نہیں ہوگی...... کسی قسم کی بے گناہی یا قصورواری کو زیر بحث لانے کی ضرورت نہیں...... ہمیں پورا علم ہے کہ وہ (اُسامہ) قصوروار ہے......“

پاکستان میں متعین طالبان سفیر اور دوسرے رہنما کسی ثبوت کے لئے بار بار درخواستیں کرتے رہے۔ پاکستانی سفارتکاروں، علماء اور طالبان کے درمیان مذاکرات کے دور چلتے رہے۔ یہاں تک کہ طالبان اس پر آمادہ ہوگئے کہ وہ اُسامہ کو پشاور (پاکستان) کی کسی اسلامی

عدالت کے سپرد کردیں گے۔اس دوران پرویز مشرف نے اعلان کردیا کہ "طالبان کی حکومت چند دن کی مہمان ہے۔"

ستمبر کے آواخر اور اکتوبر کے اوائل میں پاکستان کی دو مذہبی جماعتوں کے رہنماؤں نے طالبان سے اُسامہ کو پاکستان حوالگی اور مقدمہ کا سامنا کرنے کے سلسلے میں مذاکرات کئے (جو کامیاب نہ ہوسکے)، تاہم ایک امریکی اہلکار اس تشویش کو چھپا نہ سکا کہ اگر کسی طرح قبل از وقت اُسامہ ہاتھ لگنے کا موقع ہمیں میسر آگیا تو اس سے (ہمارا کھیل دھرا کا دھرا رہ جائے گا کیونکہ) طالبان کی حکومت کو گرانے کے لئے اُسامہ کا جو بہانہ ہے، وہ غیر موثر ہوجائے گا اور تمام بین الاقوامی کوششیں رائیگاں جائیں گی۔امریکی چیئرمین جائنٹ چیفس آف سٹاف جنرل میئرتو اس حد تک گئے کہ انھوں نے برملا کہا: "ہمارا ہدف کبھی بھی اُسامہ بن لادن کی گرفتاری نہیں رہا۔" مشرف نے بھی ایسے کسی ممکنہ معاہدہ کو امریکی دباؤ کے تحت ویٹو کرنے کی قسم کھا رکھی تھی۔امریکہ نے ببانگ دُہل اعلان کردیا: "ہمارے مطالبات غیر مبہم ہیں اور ان پر کوئی مذاکرات نہیں ہوسکتے۔"

19 اکتوبر 2001ء کو نیو یارک ٹائمز نے خبر لگائی کہ طالبان لیڈر شپ کے بعض ارکان پاکستانی اہلکاروں کے ساتھ پرسوں خفیہ مذاکرات کرچکے ہیں کہ اُسامہ بن لادن کی حوالگی پر تیاری کی کوشش کریں گے، بشرطیکہ امریکہ دو تین دن کے لئے بمباری کا سلسلہ بند کردے۔ٹائمز نے لکھا: " پاکستانی اور امریکی اہلکار اس معاملہ میں مخمصہ میں گرفتار ہیں کہ ایسا کرنے سے تو معاملہ سلجھ جانے کے مواقع سامنے آجائیں گے جبکہ بش مسلسل دباؤ ڈالتا رہا ہے کہ وہ کسی قسم کے مذاکرات نہیں کرے گا، یہاں تک کہ اُسامہ کی حوالگی کے متعلق کسی قسم کی شرط کو کسی بھی صورت میں زیر بحث نہیں لایا جائے گا۔" ایف بی آئی کے دریدہ دہن ایجنٹ رابرٹ رائٹ نے اے بی سی نیوز کو بتایا کہ ایف بی آئی ہیڈ کوارٹرز کسی قسم کی گرفتاریوں میں دلچسپی نہیں رکھتا۔ نومبر 2001ء میں یو ایس ایئر فورس کی طرف سے شکایت آئی کہ اس نے بڑی تعداد میں طالبان اور القاعدہ کے سرکردہ لیڈروں کو نشانہ میں لے لیا تھا، لیکن حملہ اس وجہ سے نہ ہوسکا کہ اُن کو بروقت اور فوری طور پر اجازت نہ مل سکی۔

یہ واقعاتی شہادتیں ہیں جو امریکی حکومت کے ان دعوؤں کے خلاف پڑتی ہیں جو وہ پہلے ہی دن سے کرتی آرہی ہے۔درحقیقت جنگ کی منصوبہ بندی تو بہت پہلے ہی کردی گئی تھی۔اس کے لئے سٹیج تیار ہوچکا تھا۔اُسامہ کو صرف اور صرف افغانستان پر حملہ کا بہانہ بنایا گیا۔امریکہ کا بے لچک رویہ اس کی اس پالیسی کی غمازی کررہا تھا کہ وہ جارحیت کی جنگ کے کسی بھی متبادل کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔منطق کا تقاضا تو یہ تھا کہ امریکہ کی بنیادی غرض تو اصل مجرموں تک رسائی ہونی چاہیئے تھی نہ کہ دروازوں کو کسی ایسے حل کے لئے بند کرتا کہ پہلے سے طے شدہ جنگ، خونریزی، جارحیت اور قبضہ کی راہ میں رکاوٹ کھڑی ہوتی۔ امریکہ کی یہ بھی ذمہ داری بنتی تھی کہ اپنے وعدہ کے مطابق شواہد پیش کرنے کے علاوہ مذاکرات کو جاری رکھنے کے لئے مزید وقت دینے پر راضی ہوجاتا۔

> **امریکی اہلکار نے کہا:**
>
> **"اگر اسامہ قبل از وقت ہاتھ لگ گیا، تو اس سے طالبان حکومت گرانے کے لئے اسامہ کا بہانہ غیر موثر ہوجائے گا"**

برطانوی پارلیمنٹ میں اعتراضات پر وزیر اعظم ٹونی بلیئر نے 14 اکتوبر 2001ء کو کاغذات کا ایک بنڈل پیش کیا جس میں شامل مواد ٹھوس ثبوت فراہم کرنے کی بجائے زیادہ تر بہانہ سازی اور جھوٹ پر مشتمل تھا۔ثبوت تو تب مہیا کیا جاسکتا تھا جب یہ امریکی یا برطانوی انتظامیہ کے پاس موجود ہوتا۔سیکرٹری آف سٹیٹ کولن پاول ثبوت مہیا کرنے کے اس بنا پر حق میں تھا کہ اس طرح یہ عمل بھی یہ اتحادی بلاک میں معاون ثابت ہوگا۔سی آئی اے کے ڈائریکٹر جارج ٹینٹ نے مزید یہ بھی کہا تھا کہ اگر ثبوت مہیا کیا جاسکے تو اس سے طالبان کو تقسیم کرنے کی راہ ہموار ہوسکے گی۔لیکن ڈیفنس سیکرٹری رمزفیلڈ کسی ایسے ڈاکومنٹ کو سامنے لانے کے شدید خلاف تھا، جس سے ان کی آئندہ مہم جوئیوں کے لئے انہیں ایک مشکل صورت حال کا سامنا کرنا پڑسکتا تھا، جن کے لئے ثبوت کی دستیابی ممکن نہ ہوتی۔ وہ یہ جانتا تھا کہ افغانستان پر حملہ کے جواز کے لئے کوئی شافی ثبوت موجود نہیں اور یہ کہ کوئی جھوٹا ثبوت گھڑنا بھی کافی وقت کا متقاضی ہوگا۔اس کا اٹکل کامیاب ہوگیا، خصوصاً اس وقت جب اسلامی ملک ہوتے ہوئے پاکستان نے سب سے پہلے امریکہ کی سرکاری کہانی کو من وعن تسلیم کیا جس کی وجہ سے ثبوت کی بجائے اسے (امریکہ) پشتی مل گئی۔اس بات کی کوئی اہمیت نہیں کہ طالبان کسی ثبوت کو تسلیم کرتے، اہمیت اس بات کی ہے کہ دُنیا خصوصاً مسلم دُنیا اس کو تسلیم کرتی اور نتیجتاً ان کا جھکاؤ اور زیادہ امریکہ کے حق میں ہوجاتا۔

بش کے گزشتہ بیان سے امریکی انصاف کا معیار نکھر کر سامنے آتا ہے۔امریکہ نے یہ موقف اپنا رکھا تھا کہ "دہشت گردوں" کو مروجہ قانون کے تحت نہیں بلکہ سپیشل ملٹری ٹریبونلز میں مقدمات کا سامنا کرنا ہوگا۔ان کی یہ بات اُن کے دُنیا بھر میں عقوبت خانوں کی قیام سے واضح ہوجاتی ہے، خصوصاً افغانستان میں، جس کے متعلق ان کا دعویٰ ہے کہ اسے "طالبان" کے "مظالم" سے واگزار کیا جارہا ہے۔ بنابریں امریکہ کے دعوؤں کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، اور بعد کے واقعات کی روشنی میں یہ بے بنیاد ثابت ہو بھی گئے۔اگر مذاکرات جاری رہتے تو ضرور القاعدہ لیڈروں کو کسی غیر جانبدار ملک کے حوالے کرنے کی بات بھی بطور مطالبہ سامنے آجاتی۔ایسی تمام چیزیں طالبان کی طرف سے تیار کردہ تجاویز میں موجود تھیں۔یہ بھی ہوسکتا تھا کہ ایک "بین الاقوامی ٹریبونل برائے مقدمات دہشت گردی" کی قیام کا مطالبہ سامنے آتا، لیکن افسوس کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ پُر امن حل کی کسی بھی تجویز نیز بین الاقوامی فوجداری قوانین کی اس معاملہ میں توسیع کی ہر کوشش کو مسترد کرنے پر اُدھار کھائے بیٹھی تھی۔امریکہ کا موقف حق بجانب اس صورت میں قرار پاتا اگر وہ ثبوت پیش کرتا جس کا خود اس نے وعدہ کیا تھا۔اگر طالبان تمام شہادتوں (اگر وہ پیش کی جاتیں) کو مسترد کرتے تو اس صورت میں امریکہ کو مسلح اقدام کے لئے اخلاقی جواز ہاتھ آجاتا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ مذاکرات اگر ہو بھی جاتے تو وہ بش کی ملٹری آپشن کو ٹالنے والے نہ تھے۔اس کا پہلے ہی سے فیصلہ ہوچکا تھا۔امریکہ کو اپنی یلغار کے لئے مزید تائید مل جاتی، اگر وہ محض دکھاوے ہی کے لئے مذاکرات کا ڈھونگ رچانے پر آمادہ ہوجاتا۔دوسری طرف اگر اُسامہ کو ایک تیسرے فریق (او آئی سی یا پاکستان جیسا کہ طالبان کی تجویز تھی) کی تحویل میں دیا جاتا تو یہ اور بہتر ہوتا۔ اس لئے کہ امریکہ کو طالبان میں کوئی اور دلچسپی سوائے اس کے نہ ہونی چاہیے تھی کہ وہ دہشت گردوں کو ٹھکانہ نہ فراہم کریں۔کسی بھی قسم کے مذاکرات کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا کر امریکہ کے اس دعوے کا پول کھل گیا کہ ان کی طالبان حکومت گرانے میں کوئی دلچسپی نہیں، اور یہ واضح ہوگیا کہ امریکہ کی ہر تدبیر صرف اور صرف اسی ایک ہدف (طالبان حکومت کے خاتمہ) کو حاصل کرنے کے لئے کی گئی تھی۔

ستمبر کے آخر میں 37 ممالک میں ایک گیلپ سروے میں یہ سوال پوچھا گیا تھا کہ اگر دہشت گردوں کی

شناخت ایک دفعہ ہو جائے تو امریکی حکومت کو کیا کرنا چاہیے؟ آیا اسے ان ممالک پر حملہ کرنا چاہیے جہاں ان دہشت گردوں کو پناہ مل رہی ہے، یا امریکہ کو ان (دہشت گردوں) کی حوالگی کا مطالبہ کرنا چاہیے، تاکہ ان پر مقدمہ چلایا جا سکے۔ صرف ریاست ہائے متحدہ امریکہ، اسرائیل اور بھارت (جو پہلے ہی سے ''دہشت گردوں'' کے ساتھ مصروف جنگ تھے) میں اکثریت نے جنگ کے حق میں رائے دی۔ 80فی صد یورپین، 90فی صد ساؤتھ امریکن، 80فی صد بوسنیائی اور 69فی صد پاکستانیوں نے حوالگی اور مقدمہ چلانے کے حق میں رائے دی۔ پاکستان اور بوسنیا صرف دو مسلمان ملک تھے، جن میں یہ سروے کیا گیا۔ یہ وہ مناسب، قابل فہم اور منطقی ردعمل تھا جو ایک پہلے سے طے شدہ جنگ کے مقابلے میں سامنے آنا چاہیے تھا۔ امریکہ نے زیادہ سے زیادہ ہمدردی حاصل کرنے کے لئے جھوٹ وافترا پردازی کا ایسا طوفان برپا کیا کہ طالبان کے ساتھ مذاکراتی حل کسی بھی صورت میں ترجیحی حیثیت حاصل نہ کر سکا۔ نہ صرف اتحادیوں کی اکثریت بلکہ بعض حریفوں جیسے روس اور بھارت نے بھی اپنے اپنے ایجنڈے کی وجہ سے امریکہ کو حمایت کا یقین دلایا۔ اور تو اور چائنا اور دیگر علاقائی قوتوں جیسے وسطی ایشیائی ریاستوں، سعودی عرب اور ترکی نے بھی امریکہ کو غیر مشروط طور پر اپنے اڈوں اور فضا کو استعمال کرنے کی اجازت دے دی۔ بعض مسلم حکمرانوں کو ترغیبات کے ذریعے اور بعض جیسے پرویز مشرف کو جنگ کی دھمکی کے ذریعے ڈرا دھمکا کر امریکہ نے اپنا ہمنوا بنالیا۔

طالبان کے متعلق بے تحاشا کذب بیانی کے ذریعے پہلے ہی سے عوام کے ذہن کو مکدر کیا جا چکا تھا۔ چند ادھر ادھر کے معمولی حادثات اور کوتاہیوں کو بھونڈے انداز میں اور بڑھا چڑھا کر اچھالا گیا۔ بہت سے لوگ خصوصاً وہ جو طالبان کے ساتھ اس غرض سے سکونت پذیر ہوگئے تھے کہ وہ ان کے خلاف لگائے گئے الزامات کا خود مشاہدہ کر سکیں، اس حقیقت کی گواہی دے رہے ہیں کہ طالبان کے متعلق اکثر وبیشتر بہت ہی ''مصدقہ'' دعووں کی بھی درحقیقت کوئی بنیاد موجود نہیں۔ حوالگی اور مقدمہ جیسے متبادل کو پس پشت ڈال کر جب جنگ شروع کی گئی تو مغربی ملکوں کے بہت سے وہ لوگ جو پہلے جنگ کے حق میں تھے، عام شہریوں کے بے تحاشا جانی نقصان پر چیخ اُٹھے۔ جن قوتوں نے امریکہ کی امداد کے لئے، عملی طور پر فوجی امداد دی، ان کی اکثریت مغربی ملکوں پر مشتمل تھی۔ تاہم جن ملکوں کی مسلح افواج نے سب سے زیادہ سرگرمی دکھائی، وہ امریکہ، برطانیہ، کینیڈا، اور آسٹریلیا ہی کی فوجیں تھیں۔ (جاری ہے)

دعوت فکر

''آزاد'' میڈیا کے نام!

ایوب بیگ مرزا

ناظم نشرواشاعت، تنظیم اسلامی

یہ بات اب روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ پاکستان خصوصاً صوبہ بلوچستان اور سرحد میں بدامنی اور دہشت گردی سمیت تمام ملک دشمن سرگرمیوں میں پاکستان کے ازلی دشمن بھارت کا ہاتھ ہے۔ حالات اور واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ نائن الیون کے بعد افغانستان میں بھارتی قونصل خانوں کی بھرمار اسی مقصد کے تحت کی گئی تھی۔ ''را'' کے کئی ایجنٹوں کی گرفتاری بھی عمل میں آئی ہے، اور اُن سے بہت بڑی تعداد گولہ بارود بھی برآمد ہوا ہے۔ دی نیوز اخبار میں احمد قریشی نے، جو انتہائی باخبر صحافی ہیں، پاکستانی ایٹمی اثاثہ جات کو تباہ کرنے کے حوالہ سے جس بھارتی سازش کا انکشاف کیا ہے وہ انتہائی خوفناک ہے۔ اُس سازش کی کامیابی خاکم بدہن پاکستان کو مکمل طور پر تباہ و برباد کر سکتی ہے۔ لیکن ایک کالم نگار کے علاوہ کسی نے بھی اُسے موضوعِ تحریر نہیں بنایا اور الیکٹرانک میڈیا پر تو اس حوالہ سے زبان کا کرفیو نافذ ہے۔

جہاں تک حکومت کا تعلق ہے اُس کی خاموشی تو قابلِ فہم ہے۔ صدر محترم آصف زرداری کی تو یہ کہہ کہہ کر زبان سوکھ رہی ہے کہ بھارت سے نہ کبھی ہمیں خطرہ تھا، نہ ہے۔ حکومت اور آصف زرداری کی مجبوری سب پر واضح ہے، کیونکہ ریموٹ کنٹرول امریکہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ امریکی اجازت کے بغیر ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکتے۔ سوال یہ ہے کہ ہمارا میڈیا جو اپنی آزادی کا بڑا دعویدار ہے، اُس پر سناٹا کیوں چھایا ہوا ہے۔ اُس کی زبان کیوں گنگ ہے؟ اُن کے قلم کیوں ٹوٹ گئے ہیں؟ کہاں روپوش ہوگئے ہیں وہ بڑے بڑے اینکر جو کسی کو خاطر میں نہ لانے کا دعویٰ کرتے ہیں؟ کہاں ہیں وہ تجزیہ نگار جو بال کی کھال کھینچنے میں خصوصی مہارت رکھتے ہیں؟ حیرت کی بات ہے کہ آپ کے ملک کی سلامتی کو ایک سازش کے تحت خطرہ میں ڈال دیا گیا ہے اور آپ حکومت کی آواز کے ساتھ آواز ملا کر دوستی کے راگ الاپ رہے ہیں۔ دشمن کو دوست بنانے کی کوشش کرنا یا اُسے دشمنی سے باز رکھنا یقیناً اچھی حکمتِ عملی ہے لیکن اس رو میں بہہ کر دشمن کو اپنی جڑ کاٹنے کی اجازت دے دینا کہاں کی دانش مندی ہے۔ قوم آپ سے یہ پوچھنے کا حق رکھتی ہے کہ کیوں آپ بھارت کی اس پاکستان دشمنی پر ہر لمحہ ہر لحظہ دنیا کو آگاہ نہیں کرتے اور پورا گلا پھاڑ کر نہیں کرتے؟ پھر عرض کریں گے کہ حکومت کی مجبوری تو قابلِ فہم ہے آپ کے منہ پر کس نے ہاتھ رکھا ہے اور آپ کا قلم کیوں جواب دے گیا ہے۔ 26نومبر کے ممبئی واقعات سے جب جنگ کا خطرہ ہوا تھا تو آپ نے بھارتی میڈیا کا منہ توڑ جواب دیا تھا۔ کیا ہمیں آپ کو بتانے کی ضرورت ہے کہ کھلی جنگ کے مقابلے میں خفیہ تخریبی کارروائیاں زیادہ خطرناک اور تباہ کن ہوتی ہیں اور اس حوالہ سے زیادہ چوکس رہنے کی ضرورت ہے؟

اس تلخ نوائی پر ہم معذرت خواہ ہیں لیکن ہمیں یقین ہے یہ تلخ نوائی آپ کو متحرک کر سکتی ہے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سلامتی آپ کو بھی اسی طرح عزیز ہے جیسے ہمیں عزیز ہے۔ لہٰذا ہمیں توقع ہے یہ تلخ نوائی بھی باہمی محبت اور اخوت میں اضافہ کا باعث بنے گی ان شاء اللہ۔ ہر پاکستانی اس انتظار میں ہے کہ آپ ملک کی سلامتی اور تحفظ کے لئے ایسی فضا پیدا کر دیں کہ حکومت بھی حقائق کے افشا پر مجبور ہو جائے۔ کیا ہزار سالہ رفاقت کے باوجود ہم نہیں جان سکے کہ ''بغل میں چھری اور منہ میں رام رام'' ہمارے ازلی دشمن کی سرشت میں ہے۔

دستورِ پاکستان، قادیانیت اور جناب نذیر ناجی

شکیل عثمانی

یادش بخیر! معروف کالم نگار اور دانشور جناب نذیر ناجی بھی خوب آدمی ہیں۔ سیکولرازم سے ان کی وابستگی اٹوٹ ہے، بلکہ وہ پاکستان میں سیکولر عناصر کا ہیرو میٹر ہیں۔ لیکن سیاسی تقسیم کے لحاظ سے ان کی وابستگی بائیں بازو سے ہے نہ دائیں بازو سے۔ پہلے وہ مرحوم ذوالفقار علی بھٹو کے کیمپ میں تھے، پھر ضیاء الحق کی باقیات سابق وزیر اعظم نواز شریف کے سرکاری تقریر نویس ہو گئے۔ سابق صدر پرویز مشرف کے لیے بالخصوص روشن خیال اعتدال پسندی کے حوالے سے، ان کا نرم گوشہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ آج کل وہ صدر آصف زرداری کے ''غیر سرکاری'' دعا گو ہیں۔

جناب نذیر ناجی کے مؤقف میں تبدیلی کا کلائمکس اس مضمون کے آخر میں آئے گا، لیکن اس کے پس منظر کو سمجھنے کے لیے روزنامہ ''جنگ'' میں مطبوعہ ان کے دو کالموں کا تجزیہ ضروری ہے۔ یہ کالم 21 مئی 2009ء اور 12 جون 2007ء کو شائع ہوئے۔ ان کالموں کے اہم نکات درج کیے جاتے ہیں۔ احتیاط کے پیشِ نظر ہم نے کوشش کی ہے کہ یہ اہم نکات جناب ناجی کے الفاظ میں ہوں۔ موصوف 12 جون 2007ء کے کالم بعنوان ''ایک رائیگاں سفر'' میں فرماتے ہیں:

''مسلمانوں نے اسلام کے نام پر پاکستان حاصل کیا تھا...... جو لوگ قیامِ پاکستان کے مخالف تھے، انھی لوگوں نے مذہب کے نام پر آئین سازی میں رکاوٹیں ڈالیں اور جب 1956ء کا آئین منظور ہوا تو یہ اس میں مذہب کو ریاستی معاملہ بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ 1973ء کے متفقہ آئین کو مذہب کے نام پر جلد ہی متنازعہ بنا دیا گیا اور ذوالفقار علی بھٹو کو مجبور ہو کر اس میں ایسی ترمیم کرنی پڑی جس کا ریاستی ذمہ داریوں سے کوئی تعلق نہیں۔ مثلاً یہ پہلی مرتبہ ہوا کہ پاکستان کے آئین میں مسلمان کی تعریف درج کی گئی۔ یہ کام دینی اداروں اور مفتیوں کا ہوتا ہے جو پاکستان میں آئین ساز ادارے سے کرایا گیا اور آبادی کے ایک بڑے حصے کو مساوی شہری حقوق سے محروم کر دیا گیا''۔

21 مئی 2009ء کے کالم بعنوان ''اس جنگ میں بہت سی جنگیں ہیں'' میں جناب ناجی کی یہ لے مزید اونچی ہو گئی اور انھوں نے کھل کر اپنے مافی الضمیر کا اظہار کر دیا۔ موصوف نے لکھا:

''قیامِ پاکستان کی مخالفت کرنے والوں نے قیامِ پاکستان کے بعد اسلام کے نام پر اقتدار حاصل کرنے کی حکمتِ عملی اختیار کی۔ پاکستان حاصل کرنے والی قیادت جلد ہی رخصت ہو گئی اور ان کی جگہ لینے والے بزدل بابوؤں کو اسلام کے نام سے ڈرا کر، ان عناصر نے جمہوریت کی راہ سے ہٹا دیا اور انھیں گھیر گھار کے مذہب کو ریاستی معاملات کا حصہ بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کے نتیجے میں تباہ کن فرقہ واریت کا زہر پھیلنے لگا۔ ایک گروہ کو آئینی طور سے کافر قرار دے کر اس کے شہری حقوق سلب کرنے شروع کر دیے گئے''۔

جناب نذیر ناجی نے خود اپنے 12 جون 2007ء کے کالم میں لکھا ہے کہ برصغیر کے مسلمانوں نے اسلام کے نام پر پاکستان حاصل کیا تھا۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے کسی غیر معمولی ذہانت کی ضرورت نہیں ہے کہ جس مقصد کے لیے یا جس بنیاد پر کوئی ملک حاصل کیا گیا ہو، اس کی تعمیر انھی خطوط پر ہونی چاہیے، جو اس مقصد کا تقاضا ہے۔

قائد اعظم نے قیامِ پاکستان سے قبل اور قیامِ پاکستان کے بعد متعدد مرتبہ پبلک اعلانات میں واضح کیا کہ قیامِ پاکستان کا مقصد کیا ہے۔ ان کے یہ اعلانات خورشید احمد خاں یوسفی کی مرتبہ کتاب "Speeches, Statements and Messages of Quaid-e-Azam" میں دیکھے جا سکتے ہیں جس میں حوالوں کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ جمیل الدین احمد کی کتاب بھی اس سلسلے میں اہم ہے۔ قائد اعظم کی کم و بیش ایک سو سے زاید ایسی تقاریر موجود ہیں جن میں انھوں نے اسلامی نظام اور اسلامی قانون کی بات کی ہے۔ ایک موقع پر انھوں نے فرمایا:

"Muslim League stood for Pakistan so that the Muslims could " rule there under Islamic laws".

(Speeches and Statements of Mr.Jinnah, compiled by Jamailuddin Ahmed, page, 175)

اس تقریر میں پاکستان کے حوالے سے اسلامی قوانین کے الفاظ اہم ہیں۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قائد اعظم مذہب کو ریاستی معاملہ بنانا چاہتے تھے؟ علامہ اقبال نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں اسلامی ریاست کی اصطلاح استعمال کر کے ثابت کر دیا ہے کہ اسلام ریاستی معاملہ ہے۔ جناب نذیر ناجی اور ان کے سیکولر ہم خیال زیادہ سے زیادہ قائد اعظم کی 11/ اگست 1947ء کی مجلسِ دستور ساز کی تقریر اپنے نقطۂ نظر کی تائید میں پیش کر سکتے ہیں۔ اگرچہ اس تقریر کی یہ تعبیر کی جا سکتی ہے کہ یہ کراچی میں ہندو، مسلم فسادات کے تناظر میں کی گئی اور قائد اعظم کا اصل مقصد تھیا کریسی کی مخالفت تھا لیکن اگر اس نتیجے کو بھی مان لیا جائے جو سیکولر دانش ور اس تقریر سے نکالتے ہیں تو ہمارا معروضہ یہ ہے کہ قائد اعظم خدانخواستہ 11/ اگست 1947ء کی تقریر کے فوراً بعد ہی انتقال نہیں کر گئے تھے، بلکہ وہ اللہ کے فضل سے 11/ ستمبر 1948ء تک زندہ رہے۔ ان کی 11/ اگست 1947ء کے بعد کی تقاریر اور بیانات کو بھی سامنے رکھنا چاہیے۔ 11/ اگست 1947ء کی تقریر کے تقریباً پانچ ماہ بعد قائد اعظم نے کراچی بار ایسوی ایشن کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''میرے لیے وہ گروہ بالکل ناقابلِ فہم ہے جو خواہ مخواہ شرارت پیدا کرنا چاہتا ہے اور یہ پروپیگنڈا کر رہا ہے کہ پاکستان کا دستور شریعت پر مبنی نہیں بنے گا۔''

(سول اینڈ ملٹری گزٹ، 27 جنوری 1948ء، پاکستان ٹائمز، 27 جنوری 1948ء)

اسی طرح کے تقریباً نصف درجن بیانات مزید پیش کیے جا سکتے ہیں جو قائد اعظم نے بحیثیت گورنر جنرل جاری کیے۔ قائد اعظم اپنے ان بیانات پر زندگی کے آخری لمحے تک قائم رہے۔ جناب نذیر ناجی جیسے دانش ور یقیناً اس علمی روایت سے واقف ہوں گے کہ قولِ ثانی قولِ اول کا ناسخ ہوتا ہے اور کسی شخص کا حتمی مؤقف اس کا آخری قول ہوتا ہے۔ کیا قائد اعظم کی 11 اگست 1947ء کی تقریر کو

ان کی دیگر تقاریر سے reconcile کیا جاسکتا ہے؟ اس موضوع پر ممتاز دانشور جناب طارق جان نے اپنی تالیف "Pakistan between Secularism and Islam" میں بڑی نفیس بحث کی ہے۔ یہ اخباری مضمون اس کا متحمل نہیں ہوسکتا کہ اس بحث کو بکمال وتمام پیش کیا جائے۔ بہرحال اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قائداعظم کی پاکستان کے مقاصد اور آئینی مستقبل کے بارے میں تقاریر کو ان کی کلیت میں دیکھنا چاہیے: بالخصوص ان کے آخری دور کے بیانات اور تقاریر اس سلسلے میں حرف آخر ہیں۔ اس بنیاد پر قائداعظم کی تقاریر کا جائزہ لیا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ 1937ء سے 1948ء تک بحیثیت مجموعی قائداعظم اسلام کو ریاستی معاملہ قرار دیتے رہے۔ اب دیکھنا ہے کہ اس "جرم" میں جناب ناجی کب قائداعظم کے خلاف اپنی مہم کا آغاز کرتے ہیں۔

اس مضمون کے آغاز میں جناب نذیر ناجی کے کالموں کے اہم نکات ہم نے انہی کے الفاظ میں پیش کیے ہیں۔ ان کا مکمل اعادہ مضمون کی طوالت کا باعث ہوگا۔ بہرحال اشارتاً عرض ہے کہ اپنے 12 جون 2007ء کے کالم میں جناب ناجی نے شکوہ کیا ہے کہ قیامِ پاکستان کے مخالفین کی ریشہ دوانیوں کے نتیجے میں ذوالفقار علی بھٹو صاحب کو مجبور ہو کر 1973ء کے متفقہ آئین میں ایسی ترمیم کرنا پڑی جس کا ریاستی ذمہ داریوں سے کوئی تعلق نہیں۔ پاکستان کے آئین میں مسلمان کی تعریف درج کی گئی...... اور آبادی کے ایک بڑے حصے کو مساوی شہری حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ اپنے 21 مئی 2009ء کے کالم میں انھوں نے کھل کر لکھا ہے کہ قیامِ پاکستان کے مخالفین مذہب کو ریاستی معاملات کا حصہ بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کے نتیجے میں تباہ کن فرقہ واریت کا زہر پھیلنے لگا۔ ایک گروہ کو کافر قرار دے کر اس کے شہری حقوق سلب کرنے شروع کر دیے گئے۔ جناب ناجی کو اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہاں یہ واضح طور پر لکھنا چاہیے تھا کہ وہ 7 ستمبر 1974ء کی اس آئینی ترمیم کا ذکر کر رہے ہیں جس کے تحت احمدیوں (قادیانیوں) کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ موصوف فرماتے ہیں کہ بھٹو صاحب نے مجبور ہو کر مذکورہ آئینی ترمیم منظور کی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قیامِ پاکستان کے مٹھی بھر مخالفین نے بھٹو صاحب کی کنپٹی پر پستول رکھ کر یہ ترمیم منظور کرائی۔ اگر قیامِ پاکستان کے مخالفین انھیں مجبور کر رہے تھے تو ملک کے منتخب وزیراعظم نے 1953ء کی تحریک ختم نبوت کی طرح 1974ء کی تحریک ختم نبوت کو کچل کیوں نہیں دیا؟ بلکہ ایک اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جناب نذیر ناجی نے اس وقت اپنے کالموں میں بھٹو صاحب کو یہ مشورہ کیوں نہیں دیا کہ اگر اس تحریک کو نہیں کچلا گیا اور مجوزہ آئینی ترمیم کو منظور کر لیا گیا تو قادیانی مساوی شہری حقوق سے محروم ہو جائیں گے۔ اس کے برعکس اس مرغ باد نما نے جس طرح اس آئینی ترمیم کا خیر مقدم کیا اسے ہم موصوف ہی کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

1988ء میں جناب نذیر ناجی روزنامہ "نوائے وقت" سے بطور کالم نگار وابستہ تھے۔ اس وقت بھی ان کے کالم کا عنوان "سویرے سویرے" ہوتا تھا۔ اپنے ایک کالم میں جناب ناجی نے لکھا:

"بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ میں نے ختم نبوتؐ کی پہلی تحریک میں حصہ لیا اور قید کاٹی تھی۔ اس وقت تک میں نے خود مرزائی نہیں دیکھے تھے۔ استاد گرامی مولانا محمد حسن مرحوم سے سنا کرتا تھا کہ ایک گروہ ایسا ہے، جس نے اپنا ایک نبی بنا رکھا ہے لیکن اس کے باوجود خود کو مسلمان کہلوانے پر بضد ہے۔ اُس وقت ہمارا سیدھا سادہ مطالبہ یہ تھا کہ ان لوگوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔ یہ جنگ طویل عرصے تک لڑی گئی اور جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ ان کے دور میں اس گروہ کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔ سچی بات یہ ہے کہ اس سے زیادہ مرزائیوں کے خلاف جو کچھ بھی کہا جاتا تھا، مجھے اچھا نہیں لگتا تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ علمائے کرام زیادتی کرتے ہیں، جو ان لوگوں کی علیحدہ سماجی پہچان اور کلیدی اسامیوں سے علیحدگی کے مطالبے کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ باتیں بنیادی انسانی حقوق کا حصہ ہیں اور یہ حقوق ان لوگوں کو ملنا چاہئیں۔ لیکن گزشتہ روز "نوائے وقت" نے ایک تصویر شائع کر کے مجھے حیرت زدہ کر دیا۔ یہ تصویر "یروشلم پوسٹ" کے 22 نومبر کے شمارے سے لی گئی ہے۔ اس میں اسرائیل کے صدر کے سامنے دو افراد مؤدب بیٹھے ہیں۔ ایک کا نام شیخ شریف احمد امینی اور دوسرے کا شیخ محمد حمید کاپر ہے۔ شیخ امینی اسرائیل میں اپنے گروہ کے نئے سربراہ شیخ حمید کا اسرائیل کے صدر سے تعارف کرا رہے ہیں اور مرزائیوں کو اسرائیل میں جو آزادیاں حاصل ہیں، ان پر اسرائیلی حکومت کا شکریہ ادا کر رہے ہیں۔ یہ بڑی معنی خیز تصویر ہے"۔

انھوں نے مزید لکھا:

"جن لوگوں کو اسرائیل کی اصلیت معلوم ہے، اس کا اندازہ صرف وہی لگا سکتے ہیں کہ ایک ایسے گروہ کے ساتھ وہاں کی حکومت کے اتنے قریبی اور گہرے تعلقات کا مطلب کیا ہو سکتا ہے، جس کے رخصت ہونے والے سربراہ کو اسرائیل کا صدر ذاتی طور پر الوداع کہے اور آنے والے کا خیر مقدم کرے۔ اسرائیلی حکومت دنیا کا سب سے بڑا مافیا ہے۔ اس کا ہدف دنیا بھر کے مسلمان ہیں۔ یہ محض ایک ریاست نہیں، ایک مرکز ہے۔ صیہونیت کا مرکز، عالمی سرمایہ دارانہ تنظیموں کا مرکز، افریقہ اور ایشیا کی غریب اور کمزور قوموں کے خلاف سازشوں کا مرکز، امریکہ اور مغربی یورپ کے ترقی یافتہ ملکوں کے حکمران طبقوں کو اپنے زیر اثر رکھنے کے لیے منصوبہ بندی کا مرکز اور بدترین عالمی دہشت گردی کا اڈہ۔ یہ محض الزام تراشی نہیں، بلکہ وہ حقائق ہیں جنھیں امریکہ اور یورپ کے اہلِ دانش بھی تسلیم کرتے ہیں"۔

آگے چل کر انھوں نے لکھا:

"ترقی یافتہ دنیا، ابلاغ کی دنیا ہے۔ آپ کی رائے، خیالات، نظریات اور سوچیں سب کا انحصار اطلاعات پر ہوتا ہے۔ حکومتوں اور اداروں کی پالیسیاں مالیاتی نظام کے تابع ہوتی ہیں۔ یہودیوں نے ان دونوں شعبوں پر قبضہ جما رکھا ہے اور جس طرح چاہتے ہیں، ان طاقت ور حکومتوں کو استعمال کرتے ہیں۔ ان سے تمام فوائد اٹھانے کے باوجود یہ ان کے بھی دوست نہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ چند ہفتے قبل امریکہ میں اسرائیل کے لئے جاسوسی کرنے والے چند افراد پکڑے گئے تھے۔ یہ اپنے سرپرست امریکہ کے دفاعی راز حاصل کر رہے تھے۔ یہ اتنا بڑا واقعہ تھا کہ امریکی پریس آزاد ہوتا تو وہاں ہلچل مچ جاتی، لیکن یہودی پریس نے تیسرے دن اسے خبروں سے غائب کر دیا۔ آپ، شاید امریکی پریس کے "آزاد" نہ ہونے کی بات پڑھ کر چونکے ہوں۔ وضاحت میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ امریکہ کے ذرائع ابلاغ کا غالب حصہ ہی یہودیوں کی ملکیت نہیں، پیشہ ور صحافیوں میں بھی انہیں کی اکثریت ہے اور یہ لوگ اخبارات و جرائد اور دیگر میڈیا میں کلیدی اسامیوں پر قابض ہیں۔ تقسیم و ترسیل کا سارا نظام بھی یہودیوں کے قبضے میں ہے۔ یہ جب چاہیں، بڑے سے بڑے اخبار کو اٹھانے سے انکار کر کے مارکیٹ سے غائب کر دیں۔ اپنی اس طاقت کا وہ خوب استعمال کرتے ہیں۔ کسی اشاعتی ادارے میں یہ جرأت نہیں کہ اسرائیل کے مظالم کے بارے میں سچی رپورٹ شائع کر سکے۔ صابرہ اور شتیلہ کے قتل، عام انسانی تاریخ کے بدترین سفاکانہ واقعات تھے۔ ابتدائی چند روزہ خبروں کے بعد انہیں دبا دیا گیا، لیکن یورپ کے دو شہروں میں چند افراد کا قتل دنیا کو جنگ کے کنارے لے آیا اور کچھ بعید نہیں کہ یہ وارداتیں بھی خود یہودیوں نے کی ہوں، تاکہ لیبیا پر دباؤ بڑھایا جائے جو افریقہ اور عرب دنیا میں مظلوم لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ خود پاکستان کے پرامن ایٹمی پروگرام کو دنیا بھر میں متنازعہ بنانے والے یہودی ہیں۔ یہ کمال کی بات نہیں کہ ہم جو بھی تحقیق کے مراحل میں ہیں، دنیا بھر کے سامنے صفائیاں دینے پر مجبور ہیں اور اسرائیل جو بارہ ایٹم بموں کا ذخیرہ رکھتا ہے اور اس کا (باقی صفحہ 18 پر)

1

شہید حجاب

مروا شیربینی کی شہادت

مغرب صلیبی وصیہونی انتہا پسندی کو کب لگام دے گا؟

اشتیاق بیگ

مصر سے تعلق رکھنے والی شیربینی کا شمار اپنے کالج کے اچھے مقررین میں ہوتا تھا۔ کالج سے گریجویشن کرنے کے بعد اس نے کیمسٹ کے شعبے کو اپنایا۔ شیربینی کا شوہر عکاظ مصر کی ایک یونیورسٹی میں لیکچرار تھا۔ 2005ء میں یہ خاندان اچھے مستقبل کے خوابوں کی تعبیر کے لئے مصر سے جرمنی کے شہر ڈریسڈن منتقل ہوا۔ 28 سالہ جرمن شہری ایلکس ان کا پڑوسی تھا۔ مسلم خاتون شیربینی جب بھی حجاب پہنے اپنے گھر سے باہر نکلتی تو ایلکس اسے تحقیر آمیز نظروں سے دیکھتا تھا۔ شیربینی نے اس بات کا ذکر اپنے شوہر سے بھی کیا کہ ہمارے پڑوسی کو ایک مسلمان خاندان کا یہاں رہنا شاید گوارا نہیں۔ شوہر نے اس کی بات پر توجہ نہ دی۔

اگست 2008ء میں مروا جب اپنے 3 سالہ بچے کو گھر کے قریب واقع پارک میں جھولا جھلا رہی تھی تو اسی اثناء میں ایلکس پارک میں داخل ہوا اور شیربینی کو حجاب پہنے دیکھ کر اسے مسلم انتہا پسند، دہشت گرد اور کتیا کہا۔ مروا اور اس کے شوہر نے ایلکس کے اس مذہب کی بنیاد پر تعصبانہ اور نازیبا رویئے پر عدالت سے رجوع کیا۔ عدالت میں اپنے بیان میں ایلکس نے کہا کہ اس شدت پسند مسلم خاندان کو جرمنی میں رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ عدالت نے ایلکس کو مسلم خاتون کے مذہب کی توہین کرنے پر مجرم پایا اور اس پر 780 یورو جرمانہ کیا۔ ایلکس نے عدالت کے اس فیصلے کے خلاف اعلیٰ عدالت میں اپیل کی تھی۔

یکم جولائی 2009ء کو شیربینی اپنے خاوند عکاظ اور تین سالہ معصوم بیٹے کے ہمراہ مقدمے کی سماعت کے لئے عدالت میں موجود تھی۔ اس موقع پر شیربینی کو حجاب میں دیکھ کر ایلکس نے چاقو کے اٹھارہ وار کر کے شیربینی کو شہید کر دیا جو اس وقت تین ماہ کی حاملہ تھی۔ شیربینی کا شوہر عکاظ اپنی بیوی کو بچانے کی کوشش میں قاتل کے چاقو اور پولیس کی گولی لگنے سے شدید زخمی ہو گیا اور ہسپتال میں زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ شیربینی کی شہادت کے خلاف مصر کے ہزاروں لوگ احتجاج کے لئے سڑکوں پر نکل آئے اور انہوں نے قتل میں ملوث ایلکس کو قرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ کیا۔ واضح ہو کہ جرمنی مصر کا تیسرا بڑا تجارتی پارٹنر ہے اور مصر سالانہ تقریباً چار ارب ڈالر کی اشیاء جرمنی سے درآمد کرتا ہے۔ ایران میں بھی مروا شیربینی کے سفاکانہ قتل کے خلاف ہزاروں لوگوں نے مظاہرے کئے اور جرمن

نے اس کا بھی ذکر کیا تھا کہ فرانس میں جو حجاب پر پابندی عائد ہے، فرانس اس پر نظر ثانی کرے۔ سمجھا یہ جا رہا تھا کہ اس کے بعد مسلمانوں کے خلاف فرانس اور یورپ کے رویئے میں تبدیلی آئے گی، مگر حال ہی میں فرانس کے صدر سرکوزی نے بڑے واضح الفاظ میں یہ کہہ دیا ہے کہ فرانس میں حجاب اوڑھنے کی اجازت نہیں۔ برطانیہ میں بھی مسلمانوں کے خلاف توہین آمیز واقعات میں اضافہ ہوا ہے۔ کچھ عرصہ قبل ایک مسلمان خاتون ٹیچر کو نقاب پہننے پر برطرف کر دیا گیا۔ ایک برطانوی نوجوان نے ایک مسلم خاتون جس نے اسکارف اوڑھا ہوا تھا، کے منہ پر تھوکنے کی مذموم جسارت کی اور اسلام کو برا بھلا کہا اور اس خاتون سے کہا کہ تمہارے بچے بڑے ہو کر خودکش حملہ آور بنیں گے۔ برطانوی عدالت نے اگرچہ اس شخص کو پندرہ دن کی سزا سنائی ہے جو کہ اس جرم کے لئے ناکافی ہے۔ اس طرح کے واقعات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یورپ کے رویئے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے بلکہ مسلمانوں کے خلاف نفرت میں اضافہ ہوا ہے۔ مغربی ممالک ہمیشہ مسلمانوں پر شدت پسندی کا الزام لگاتے ہیں جبکہ مذکورہ واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شدت پسندی

> مغربی معاشرے کے انتہا پسند ایلکس نے کمرۂ عدالت میں محض اِس بات پر مروا کی جان لے لی کہ اس بدبخت کو ایک مسلمان خاتون کا حجاب اوڑھنا پسند نہ تھا

سفارت خانے پر انڈے پھینکے۔ ایران کی حکومت نے بھی جرمن سفیر کو طلب کر کے اس سفاکانہ قتل پر اپنا احتجاج ریکارڈ کروایا۔

امریکی صدر اوباما نے مصر میں کئے گئے تاریخی خطاب میں مسلمانوں کے خلاف مغرب میں پائے جانے والے تعصب کا حوالہ بھی دیا تھا اور اپنی تقریر میں مسلمان لڑکیوں کے اسکارف پہننے کی حمایت کی تھی۔ انہوں نے یورپ سے بالخصوص یہ کہا تھا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف اپنے سابقہ رویئے پر نظر ثانی کریں، انہوں

مغربی معاشرے میں نہ صرف موجود ہے بلکہ اس میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

یورپ آزادئ اظہار رائے اور بنیادی انسانی حقوق کا علم بلند کرنے کا دعویدار ہے۔ ان ممالک میں بے راہ روی اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ وہاں لباس کو مختصر سے مختصر کیا جا رہا ہے اور مغربی معاشرے میں نیم عریاں لباس پہننے پر کوئی پابندی نہیں بلکہ یورپ کے کئی ساحلوں پر کپڑے پہن کر جانے کی اجازت نہیں اور یورپ کی نظر میں یہ سب کچھ انسانی بنیادی حقوق کے زمرے میں آتا

ہے۔ لیکن اگر انہی ممالک میں رہنے والا مسلمان اپنے مذہبی احکام کے تحت جسم کے حصوں کو ڈھانپ کر سکون محسوس کرتا ہے تو اس کی اجازت نہیں۔ کیا یہ انسانی بنیادی حقوق کی پامالی کے زمرے میں نہیں آتا۔ اسی طرح شہید حجاب مروا شیربینی کو بھی اپنی مرضی کا لباس پہننے کا پورا حق حاصل تھا مگر مغربی معاشرے کے ایک شدت پسند شہری نے اس کا حق اس سے چھین لیا اور صرف اس بات پر اس کی جان لے لی کہ اس بدبخت کو ایک مسلم خاتون شیربینی کا حجاب اوڑھنا پسند نہ تھا۔

☆☆☆

---

(2)

کیا ریاستیں اتنی ناتواں ہوتی ہیں؟

عرفان صدیقی

کراچی کیوں بھلا دیا گیا ہے؟ وہ جو کبھی روشنیوں کا شہر تھا، جس کے سر پر عروس البلاد کا سنہری تاج سجا تھا، جو شہر قائد ہونے کا اعزاز رکھتا تھا، جسے قومی معیشت کی شہ رگ خیال کیا جاتا تھا، جو تلاشِ رزق میں پاکستان کے کسی بھی گوشے سے آنے والوں کے لئے مادرِ مشفق کی طرح بانہیں پھیلائے رکھتا تھا، جس کی زیبائیاں اور رعنائیاں پاکستان کا حسن و جمال تھیں، جو علم و حکمت کا گہوارہ تھا، جس کے ساحلوں کی ریت زندگی کی لطافتیں سمیٹتی رہتی تھی اور جو شہر جمال پاکستان کے ماتھے کا جھومر تھا، اسے کسی پرانے میل خوردہ، غیر مستعمل سے کپڑے کی طرح سیلن زدہ کوٹھڑی میں کیوں پھینک دیا گیا ہے؟ صبح و شام ریاستی رٹ کی رٹ لگانے اور عزم راسخ کے لئے بھرپور جنگ کا ناقوس بجانے والوں کو کچھ خبر ہے کہ کراچی میں ہر روز کتنے انسانوں کے سینے چھلنی ہو رہے ہیں؟ کوئی جانتا ہے کہ بھیڑ بکریوں کی طرح قتل کئے جانے والے کون ہیں؟ کسی نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ ان سوختہ بختوں کا قصور کیا ہے؟ کسی کے دل میں درد کی کوئی لہر اٹھی کہ خون ریزی کا یہ سلسلہ بند ہونا چاہئے؟ کسی نے سراغ لگانے کی کوشش کی کہ قاتل کون ہے؟ کسی نے ٹھانی کہ قتل و غارت گری کا یہ سیلاب روکا جائے؟

کیا اسے بے نیازی کہا جائے؟ کیا اسے مجرمانہ بے حسی کا نام دیا جائے؟ کیا اسے ریاست کی بے بسی قرار دیا جائے؟ سوات، دیر، بونیر اور وزیرستان کا رہنے والا، کسی جھوٹے سچے جواز پر قتل کرتا ہے تو وہ دہشت گرد ہے، درندہ ہے، خونخوار قاتل ہے، ریاست کی رٹ کو اپنی بلٹ کے تابع کرنا چاہتا ہے، گردن زدنی ہے، کسی رحم کے لائق نہیں، اسے نابود کر دینا چاہئے۔ اس کے لئے ایف 16 طیارے، گن شپ ہیلی کاپٹرز، توپیں، بکتر بند گاڑیاں، بم میزائل، غرض پورا اسلحہ خانہ جھونک دینا چاہئے اور اگر کوئی کراچی میں خون کی ہولی کھیل رہا ہے، معصوم انسانوں کے سینے چھلنی کر رہا ہے، قانون کو دن دہاڑے پاؤں تلے روند رہا ہے، ریاستی رٹ کو اپنی جوتی کی نوک پر رکھ رہا ہے تو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں۔ کیا یہ دوہرا معیار نہیں؟ کیا سوات اور کراچی کے لئے ضابطے جدا ہیں؟ کیا ریاست کے نزدیک وہی مجرم ہے جسے امریکہ اپنا مجرم خیال کرتا ہے؟ کیا ریاستی اداروں کے بروئے کار آنے کے لئے ضروری ہے کہ کسی فساد کا تعلق امریکی کروسیڈ سے جڑتا ہو؟

”ٹارگٹ کلنگ“ کا سلیس اردو میں ترجمہ ہے ”چن چن کر مارنا“ اور چن چن کر مارنے کے معنی ہیں کسی مذموم مقصد کے لئے کسی خاص شخص کا انتخاب کرنا اور پھر پوری منصوبہ بندی کے ساتھ اسے قتل کر دینا۔ ان دنوں عروس البلاد کی گلیاں اور سڑکیں ”ٹارگٹ کلنگ“ کی آگ میں جھلس رہی ہیں۔ صرف گزشتہ چوبیس گھنٹوں میں اٹھارہ افراد قتل کر دیئے گئے۔ ”ہیومن رائٹس“ کی مرتب کردہ رپورٹ کے مطابق اس سال کے پہلے چھ ماہ میں ایک سو سے زیادہ افراد ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بنے۔ یہ سب کے سب سیاسی کارکن تھے۔ گزشتہ ہفتے کراچی جانا ہوا، کئی سیاسی رہنماؤں، وکلاء اور سول سوسائٹی کے نمائندوں سے ملاقاتوں کا موقع ملا۔ سب درد سے چھلکتی کرب ناک داستانیں لئے بیٹھے تھے۔ سب کا کہنا تھا کہ سوا کروڑ سے زائد آبادی رکھنے والا یہ عظیم شہر صحرا کا بگولہ بنا دیا گیا ہے۔ انسانی جان، جنس ارزاں ہو کے رہ گئی ہے۔ چن چن کر مارنے کا سلسلہ جاری ہے۔ قتل ہونے والوں کے نام معلوم، اتہ پتہ معلوم، سیاسی شجرۂ نسب معلوم لیکن قاتل کا کوئی نام ہے نہ نسب، اشارہ نہ کھرا، کوئی آسیب ہے کہ جدید آٹومیٹک ہتھیاروں سے گولیاں برساتا، مطلوبہ شکار کو ڈھیر کرتا اور دیکھتے دیکھتے فضا میں تحلیل ہو جاتا ہے۔ کوئی غیر مرئی مخلوق ہے کہ کسی اڑن طشتری پر بیٹھ کر آسمان سے اترتی، انسانوں کا لہو پیتی اور پھر آسمانوں کو اڑ جاتی ہے۔ غضب خدا کا! چھ ماہ کے دوران ایک سو سیاسی کارکن قتل کر دیئے گئے، لیکن کوئی ایک بھی قاتل نہیں پکڑا گیا۔ اس پہلو کو بھول جایئے کہ امن و امان کی عمومی صورتحال کیا ہے؟ ہیومن رائٹس ہی کے مطابق اس سال اب تک 98 افراد ذاتی دشمنی کی بنیاد پر قتل کر دیئے گئے۔ 70 افراد ڈاکہ زنی کی وارداتوں کا لقمہ بن گئے۔ 145 افراد پولیس مقابلوں کی بھینٹ چڑھ گئے۔ 151 افراد اغوا کے بعد قتل کر دیئے گئے۔ 49 افراد کی لاشیں مختلف مقامات سے ملیں جن کی شناخت نہ ہو پائی یا جن کے قتل کے محرک کا علم نہ ہوا۔ کراچی پولیس کے سربراہ نے یہ کہہ کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لیا کہ ”یہ سب کچھ تمام پولیس فورس کے لئے باعث ندامت ہے“۔

جناب صدر کے لئے کراچی کی یہ صورتحال توجہ طلب نہیں۔ جناب وزیراعظم کے لئے چن چن کر قتل کرنے کا یہ سلسلہ معمول کی کارروائی ہے۔ پارلیمنٹ ایسے خرخشوں کو اہمیت نہیں دیتی۔ سیاسی جماعتیں اس آگ میں کودنے کا حوصلہ نہیں رکھتیں۔ میڈیا کے پاس کراچی میں بہتے ہوئے خون کے لئے کوئی وقت نہیں کہ وہ ”چوری اور ہیرا پھیری“ جیسے ناٹکوں سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ ریاست کے نگہبان حکمران اور فیصلہ ساز، مجبوریوں اور مصلحتوں کی بُکل مارے بیٹھے ہیں۔

کسی فرد، گروہ یا جماعت (باقی اگلے صفحے پر)

تنظیم اسلامی حلقہ سندھ زیریں حیدرآباد کی دعوتی سرگرمیاں

حلقہ قرآنی: مرکز حلقہ سندھ زیریں، قاسم آباد میں بعد نمازِ مغرب حلقہ قرآنی کا انعقاد کیا گیا۔ اس پروگرام میں خواتین کی شرکت کے لئے پردے کا مناسب بندوبست بھی کیا گیا تھا۔ پروگرام میں تقریباً 50 رُفقاء و احباب نے شرکت کی۔ حلقہ کے ناظم تربیت محمد دین میو نے سورۃ الحج کے آخری رکوع کا درس دیا۔ اس موقع پر ملٹی میڈیا کے ذریعہ شرکاء کو اسکرین پر یہ قرآنی آیات حوالوں کے ساتھ دکھائی گئیں۔ مدرس نے شرکاء پر واضح کیا کہ مذکورہ آیات کی روشنی میں مسلمانوں پر کون سے دینی تقاضے عائد ہوتے ہیں کہ جن کو پورا کرنے کی جدوجہد ناگزیر ہے، اولاً ارکان اسلام کی پابندی، دوئم عبادتِ رب، سوئم بھلائی کے کام اور خدمتِ خلق، چہارم جہاد فی سبیل اللہ۔ انہوں نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ خاتم النبیین اور آخر المرسلین ہیں۔ اللہ کے پیغام کو خلقِ خدا تک پہنچانے کی ذمہ داری اب آپ کی اُمت کے کاندھوں پر ڈال دی گئی ہے۔ اگر ہم نے اس فرضِ منصبی میں کوتاہی کی تو روزِ محشر ہم دوسروں سے بڑھ کر مجرم قرار پائیں گے۔ درس نمازِ عشاء تک جاری رہا جس کے بعد شرکاء رُخصت ہوئے۔

توسیعی دعوت: 14 جون 2009ء کو امیر حلقہ سندھ زیریں شفیع محمد لاکھو نے توسیعی دعوت کے سلسلہ میں ماتلی سٹی ضلع بدین میں مقیم حلقہ کے منفرد رفیق اُسامہ نظامانی کی دعوت پر اُن کے شہر کا دورہ کیا۔ یہ علاقہ حیدرآباد شہر سے تقریباً 80 کلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے۔ 12 رُفقاء اور ایک حبیب کے ہمراہ امیر محترم بعد نمازِ مغرب ماتلی شہر پہنچے۔ منفرد رفیق اُسامہ نظامانی ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ انہوں نے پُر تکلف کھانے کا بندوبست کیا ہوا تھا۔ کھانے سے فراغت کے بعد امیر محترم نے ملٹی میڈیا کے ذریعہ رجوع الی القرآن کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ شرکاء کو اسکرین پر قرآن کی آیات حوالوں کے ساتھ دکھائی گئیں۔ انہیں بتایا کہ آج ہماری زبوں حالی کا اصل سبب قرآن سے دوری ہے۔ ایک بندۂ مومن کا اصل نصب العین رضائے الٰہی کا حصول اور محاسبۂ اُخروی میں کامیابی ہے۔ اس ہدف کے حصول کے لئے قرآن حکیم سے ہمیں مکمل رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ اور اُن دینی فرائض کی ادائیگی کی فکر ہوتی ہے جنہیں ہم بحیثیت قوم/اُمت یکسر فراموش کئے ہوئے ہیں۔ درس کے شرکاء میں رابطہ فارم تقسیم کئے گئے۔ جس کے بعد رات گئے حیدرآباد واپس روانگی ہوئی۔

تعارفی اجتماع: 26 جون 2009ء بروز جمعہ بعد نمازِ مغرب حلقہ سندھ زیریں حیدرآباد میں شامل ہونے والے نئے رُفقاء کرام کے ساتھ ایک تعارفی نشست/اجتماع کا اہتمام کیا گیا۔ مذکورہ اجتماع کا انعقاد حلقہ کے مرکز واقع قاسم آباد میں کیا گیا۔ اجتماع سے حلقہ کے ناظم تربیت محمد دین میو نے خطاب کیا۔ سب سے پہلے انہوں نے اپنا مختصر تعارف کرایا۔ جس کے بعد نئے رُفقاء سے کہا گیا کہ وہ اپنا نام، تعلیم، پیشہ اور تنظیم میں شمولیت وغیرہ سے حاضرین کو آگاہ کریں۔ انہوں نے شرکاء کو غلبۂ دینِ حق کی راہ میں بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی ان تھک کاوشوں سے آگاہ کیا۔ بعد ازاں اُن کے سامنے فرائض دینی کا جامع تصور پیش کیا۔ بیعت اور جماعت کی اہمیت بیان کی۔ تنظیمی ڈھانچہ کن خطوط پر استوار ہے، اُس کا مختصر تعارف پیش کیا۔ تنظیم میں شامل ہونے کے بعد ایک رفیق پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں نیز ایک رفیق میں کیا اوصاف ہونے چاہئیں، پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ آخر میں سوال جواب کی نشست ہوئی، جس کے بعد رفقاء کرام رُخصت ہوئے۔ (مرتب: علی اصغر عباسی)

بقیہ: کیا ریاستیں اتنی ناتواں ہوتی ہیں؟

کی طرف انگلی اٹھانا غلط، لیکن کوئی تو ہے جو اس بے رحمی اور دیدہ دلیری کے ساتھ اپنے سیاسی حریفوں کو قتل کر رہا ہے۔ کوئی تو ہے جو ریاست سے بھی زیادہ طاقت ور ہو چکا ہے اور جسے لگام ڈالنا اب کسی کے بس میں نہیں رہا۔ کوئی تو ہے جس نے 12 مئی 2006ء کو پورا شہر اپنے پنجۂ ستم میں جکڑ لیا تھا اور ٹی وی کیمروں کے عین سامنے پچاس انسانوں کو ڈھیر کر دیا تھا۔ کوئی تو ہے جس نے اپنے چیمبرز میں بیٹھے وکلاء کو زندہ جلا دیا تھا۔ کوئی تو ہے جس نے عروس البلاد کو شکارگاہ میں بدل دیا ہے اور چن چن کر انسانوں کو قتل کر رہا ہے۔

ریاست ہی نہیں، امن و امان کے ذمہ دار سارے ادارے، سلامتی کے بارے میں حساس تمام ایجنسیاں، ملک کی ساری سیاسی جماعتیں، انسانی حقوق کی تمام تنظیمیں، سارا پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا اور پوری قوم، اجتماعی بے حسی کا افسوسناک مظاہرہ کر رہے ہیں اور موج خوں سر سے گزر جانے کو ہے۔ کیا ریاستیں اتنی ناتواں ہوتی ہیں؟ کیا معاشرے اتنے بے بس ہوا کرتے ہیں؟ (دونوں کالم روزنامہ "جنگ" سے لئے گئے ہیں)

بقیہ: اداریہ

تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ تمہارے پاؤں میں قرآن مجید ہے، تو وہ پاکیزہ روح کہتی ہے قرآن کی تو مجھے خوشبو آجاتی ہے۔ لیکن اُمتِ محمدؐ کے خاص و عام پر قبرستان کا سا سناٹا چھایا ہوا ہے۔ ہمارے آباء بت شکن تھے۔ اُنہوں نے بت فروش بننے سے انکار کر دیا تھا، لیکن ہم اپنے دینی بھائیوں کا خون بیچ رہے ہیں اور بہنوں کی عصمت کے بیوپاری بن گئے ہیں۔ کس قیامت کا انتظار ہے، جو ہماری غیرت کو جگا دے، جو ہماری حمیت کو جھنجھوڑ سکے۔ فاطمہ اور عافیہ کی چیخیں صدا بصحرا ثابت ہو رہی ہیں۔ کسی محمد بن قاسم کے ظہور کے دور دور تک آثار نہیں۔ حمیت اور تیمور کے درمیان سمندر حائل ہو چکے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اُمت مسلمہ کے لئے صور میں پہلی پھونک ماری جا چکی ہے، جس نے اسے بے جان کر دیا ہے۔ ہے کوئی جماعت، گروہ یا قوم جو صور میں دوسری پھونک مارے اور یہ اُمت زندہ ہو کر اپنے ہدف کی طرف لپکے۔ پیدائشی مسلمان مسلم سے مومن بنے، مجاہد بنے اور باطل سے ٹکرا جائے۔ لکھ کر دیا جا سکتا ہے کہ طاغوت ضربِ مومن کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ باطل کا پاش پاش ہونا اس کی تقدیر ہے۔ ضرورت مسلم کے مومن بننے کی ہے، مومنین صالحین کو جماعت میں پرو دینے کی ہے۔ ضرورت پختہ شوری کی ہے۔ مامور میں خوئے اطاعت ہو اور امیر دل نواز، یہ سب کچھ ہو تو راہی اور منزل میں اتنا فاصلہ نہیں ہے، جتنا سمجھا جا رہا ہے۔ در حقیقت بے یقینی اور عدم توکل کا گرد و غبار حائل ہے جس سے منزل دور نہ ہونے کے باوجود راہی کی نظروں سے اوجھل ہے۔ بہر حال زمینی حقائق کچھ بھی ہوں، اندھیروں اور تاریکیوں کے پردے کتنے ہی دبیز کیوں نہ ہوں، سر کی آنکھیں کچھ بھی دیکھ رہی ہوں، عقل کا تقاضا جو چاہے ہو، ہوگا وہ جس کی خبر صادق المصدوق نے دی ہے یعنی یہ کہ قیامت قائم ہونے سے پہلے اللہ کا پسندیدہ دین یعنی اسلام اس دنیا کے ہر ہر گھر میں گھر والے کی عزت یا ذلت کے ساتھ داخل ہوگا۔ اب فیصلہ ہمیں کرنا ہے، آیا ہم اس کا ذریعہ اور واسطہ بنتے ہیں یا نہیں۔ اس کی مثال یوں بھی جا سکتی ہے کہ آفتابِ رسالت تو سب کے لئے طلوع ہوا، لیکن عمر بن خطاب ایمان لا کر عمر فاروق رضی اللہ عنہ بن گئے اور عمرو بن ہشام انکار کر کے ابوجہل بن گیا۔

ضرورت رشتہ

☆ تنظیم اسلامی کی رفیقہ کی بیٹی عمر 24 سال تعلیم ایم اے کے لئے دینی گھرانے سے تعلیم یافتہ نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 36845630(042) 0302-4556670

☆ کراچی میں رہائش پذیر، دہلی سے تعلق رکھنے والی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم اے لیول اور بی سی ایس، صوم و صلوٰۃ کی پابند، شرعی پردہ دار، خلع یافتہ کے لئے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0323-2468808

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بیٹے عمر 26 سال، تعلیم ایم بی اے، ذاتی کاروبار کے لئے دینی گھرانے سے دراز قد، خوبصورت، دیندار، تعلیم یافتہ لڑکی کا رشتہ مطلوب ہے۔ برائے رابطہ: 35433331(042) /0333-4298566

بقیہ: دستورِ پاکستان، قادیانیت اور جناب نذیر ناجی

جارحیت کا ریکارڈ بھی بدترین ہے، اس کا نام تک نہیں لیا جاتا۔

ایک ایسے ملک کی حکومت کے ساتھ اتنے قریبی، خوشگوار اور دوستانہ تعلقات رکھنے والا گروہ مسلمانوں کا دوست ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ نہیں کہ میں مرزائیوں پر شک کرتا ہوں، میں تو اسرائیلیوں پر یقین رکھتا ہوں۔ وہ اپنے مفاد کے سوا کسی پر مہربان نہیں ہوتے۔ یہ سوچنا مسلمانوں کا کام ہے کہ ان لوگوں سے اسرائیل کیا مفادات حاصل کر رہا ہوگا؟ قارئین یقیناً اس بات سے باخبر ہوں گے کہ اسرائیل پاکستان کو اپنے بنیادی دشمنوں کی صف میں شمار کرتا ہے۔ اسرائیل کے فوجی ماہرین نے اس موضوع پر بہت کام کیا ہے کہ پاکستان سے اسے کیا کیا خطرات پیش آ سکتے ہیں اور ان خطرات کو کم کرنے کے لیے اسرائیل کو کیا کرنا چاہیے؟ دنیا بھر کے یہودی ادارے پاکستان میں عدم استحکام کے لئے کام کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی حکومت جب کسی گروہ کی پذیرائی کرتی ہے، تو کیا اس کے عوض وہ کچھ حاصل نہیں کر رہی ہوگی؟ یہ امر شک و شبہ کی گنجائش سے بالا ہے کہ یہودی گھاٹے کا سودا نہیں کرتا"۔

جناب ناجی نے اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا:

"علمائے کرام تو مرزائیوں کو کلیدی عہدوں سے الگ کرنے کے مطالبات، عقائد کے حوالے سے کرتے ہیں، لیکن پاکستان کے دفاع کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ان لوگوں سے چوکس رہا جائے۔ یہ کچھ بھی نہ کرتے ہوں تو بھی ان سے ہوشیار رہنے کی یہی وجہ کافی ہے کہ ان پر اسرائیل اور بھارت کی حکومتیں مہربان ہیں۔ پاکستان میں ان کی تنظیم کا طریقہ پراسرار ہے۔ یہ لوگ جس ملک میں بھی ہوں، ایک مرکز کے تابع ہوتے ہیں اور اس کی ہدایات کو ہر چیز پر ترجیح دیتے ہیں۔ آپ کو میرے قلم سے یہ باتیں کچھ عجیب لگیں گی، لیکن یاد کریں کہ اگر اس صدی کے اوائل میں فلسطین کے مسلمانوں نے اس طرح سوچ لیا ہوتا، جس طرح میں آج مرزائیوں کے بارے میں لکھ رہا ہوں تو شاید وہ اس طرح جلاوطن نہ ہوتے۔ وہ اکثریت میں تھے اور غافل تھے۔ یہودیوں نے آہستہ آہستہ معاشرے کے ہر شعبے میں اپنی جڑیں پھیلائیں اور پھر اقلیت میں ہونے کے باوجود ایک پوری قوم کا قتلِ عام کر دیا۔ شروع میں کوئی خدشہ ظاہر کرتا تو وہ اتنا ہی معمولی نظر آتا، جتنا آج آپ کو میری بات نظر آئے گی۔ ہمارے روشن خیال اور ترقی پسند لوگ اس قسم کی باتوں کو فیشن کے خلاف سمجھتے ہیں۔ فلسطین کے دانشوروں نے بھی یہی سمجھا ہوگا۔ ان کی قوم کا انجام سامنے ہے۔ جو گروہ اسرائیل کا دوست ہے، اسے معمولی اور کمزور تصور نہیں کرنا چاہیے۔ اس کا مطلب ہے کہ دنیا کی سب سے منظم مالی، فوجی اور ذرائع ابلاغ پر قابض قوتیں ان کے ساتھ ہیں۔ یہ قوتیں پاکستانی عوام کی دشمن ہیں۔ جب وہ اس ملک کے ایک گروہ کی سرپرستی کر رہی ہوں تو یہ جاننے کے لئے زیادہ عقل کی ضرورت نہیں کہ وہ گروہ کیا خدمات انجام دے رہا ہوگا؟"

(15 جنوری 1988ء، بحوالہ "قادیانیت ہماری نظر میں"، ص 284 تا 287، مرتبہ محمد متین خالد)

جناب نذیر ناجی سے درخواست ہے کہ وہ یہ وضاحت فرمائیں کہ کیا انھیں اب اسرائیل کے دارالحکومت تل ابیب سے ایسا پیغام وصول ہوا ہے جس کے مطابق اسرائیلی۔ قادیانی روابط منقطع ہوگئے ہیں؟

ضرورت ویب ڈیزائنر

تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ کے کام کے لئے ویب ڈیزائنر اور ڈویلپر کی ضرورت ہے، جو ویب ڈویلپمنٹ کے جملہ سافٹ ویئر کے علاوہ گرافکس کے کام کا تجربہ بھی رکھتا ہو۔ رفیقِ تنظیم کو ترجیح دی جائے گی۔

ناظم شعبۂ سمع و بصر مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور

برائے رابطہ:
فون: 042-35862020
ای میل: info@tanzeem.org

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

دینی و عصری علوم کی منفرد دانش گاہ

کُلّیۃ القرآن
(قرآن کالج)

(وفاق المدارس سے الحاق شدہ)

191 اتاترک بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن لاہور۔فون: 5860024 / 5833637 (042)

بورڈ/یونیورسٹی کی تعلیم
کے ساتھ درسِ نظامی
کا مکمل نصاب

قیام وطعام کی
سہولت موجود ہے

علمِ دین اور فکرِ حاضر کے حسین امتزاج کی ایک منفرد کوشش

خصوصیات

☆ تجربہ کار، اعلیٰ تعلیم یافتہ مدرسین
☆ قرآنی موضوعات پر خصوصی فکری و عملی رہنمائی
☆ تعلیم و تربیت کا بہترین انتظام
☆ طلبہ کی تخلیقی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کے بہترین مواقع
☆ علوم اسلامیہ کے ساتھ جدید علوم یعنی درس نظامی مع میٹرک، ایف اے، بی اے، ایم اے
☆ اسباق وفاق المدارس العربیہ اور لاہور بورڈ کے نصاب کے مطابق
☆ خوبصورت عمارت اور کلاس رومز
☆ کمپیوٹر لیب ☆ بہترین اور مکمل لائبریری
☆ کانفرنس اور مذاکرہ ہال
☆ اسلامی اخلاقیات کی مکمل پابندی
☆ رہائش کے لیے بہترین ہوادار اور روشن کمرے
☆ خوراک حفظانِ صحت کے اصولوں کے مطابق
☆ طلبہ کی تدریسی ضروریات پوری کرنے میں معاونت
☆ وقت کا مؤثر استعمال
☆ مواقع تفریح کی فراہمی

شرائط داخلہ

☆ دینی مدارس کے طلبہ درجہ اولیٰ کے لیے درجہ متوسطہ اور درجہ ثانیہ کے لیے درجہ اولیٰ پاس ہونا لازمی ہے۔یا
☆ دیگر تعلیمی اداروں سے کم از کم مڈل
☆ اپنے علاقے کے عالم دین سے یا سابقہ مدرسہ سے تصدیق نامہ
☆ سرپرست کی طرف سے ضمانت نامہ
☆ ٹیسٹ اور انٹرویو میں کامیابی

مقامی و دیگر شہروں کے طلبہ کے لیے
درجہ اولیٰ اور ثانیہ (میٹرک)
میں نئے تعلیمی سال کے
داخلے جاری ہیں

معلومات داخلہ

☆ داخلے 10 شوال تک جاری رہیں گے
☆ 11 شوال کو ٹیسٹ/انٹرویو ہوگا۔ان شاء اللہ
☆ 12 شوال سے نئے اسباق کا آغاز ہوگا۔ان شاء اللہ
☆ تفصیلی معلومات کے لیے ناظم اعلیٰ کلیۃ القرآن/ناظم شئون الطلاب قرآن اکیڈمی لاہور سے رابطہ کریں!

دیگر شہروں میں رابطہ مراکز:

- کراچی: قرآن اکیڈمی، DM-55 درخشاں، خیابان راحت، فیز 6، ڈیفنس کراچی فون: 3-5340022(021)
- پشاور: 18-A ناصر مینشن، شعبہ بازار، ریلوے روڈ نمبر 2۔ فون: 2214495 (091)
- ملتان: قرآن اکیڈمی، 25 آفیسرز کالونی فون و فیکس: 6520451(061)
- فیصل آباد: انجمن خدام القرآن، قرآن اکیڈمی روڈ، سعید کالونی نمبر 2۔فون: 8520869(041)
- اسلام آباد: 31/1 فیصل آباد ہاؤسنگ سکیم 1-8/4 فون: 4434438(051)

برائے رابطہ

ناظم اعلیٰ **کُلّیۃ القرآن** (قرآن کالج)
191۔اتاترک بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور
فون: 5833637 - 5860024 (042)

ذیلی دفتر: ناظم شئون الطلاب **قرآن اکیڈمی**
K-36 ماڈل ٹاؤن، لاہور۔فون: 3-5869501(042)
فیکس: 5834000(042)، ای میل: irts@tanzeem.org